حضور ﷺ نے فرمایا: "البرکۃ مع اکابرکم" برکت تمہارے اکابر کے ساتھ ہیں۔
(رواہ ابن حبان باسناد صحیح)

تحقیقی، علمی و اصلاحی

اشاعت نمبر ۱۷

رسالہ

دِفَاعِ اَسلاف

ہند



زیرِ سر پرستی

مصلح ملت
حضرت مولانا عبید الرحمٰن اطہر صاحب
دامت برکاتھم

سلسلہ دفاع فضائل اعمال "۱۸"

ائمہ محدثین اور اسلاف امت کے نزدیک

روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زمین وآسمان کی تمام جگہوں سے افضل ہے۔

(توصیف الرحمٰن اور دیگر غیر مقلدین حضرات کو جواب)

- مولانا عبد الرحیم قاسمی

- ڈاکٹر ابو محمد شہاب علوی

اصل مسئلہ پر بحث کرنے سے پہلے کچھ تمہیدی اور ضروری بات پیش خدمت ہے:

عقائد کی اقسام:

عقائد کی "۳"، قسمیں ہیں:

پہلی قسم:

قطعیات، یعنی ضروریات دین۔

- یعنی وہ عقائد [ومسائل]، جن میں سے کسی ایک کے انکار یا تاویل باطل سے بھی انسان دین اسلام سے ہی محروم ہو جاتا ہے، جیسا کہ توحید، رسالت، آخرت، ختم نبوت، عذاب قبر، شفاعت وغیرہ۔

ضروریات دین [یعنی عقائد قطعیہ] کے انکار سے کفر اس لئے لازم آتا ہے، کیونکہ وہ عقائد دلائل قطعیہ سے ثابت ہوتے ہیں، اور ان کا انکار کرنا، گویا کہ دلائل قطعیہ کا انکار کرنا ہے۔

دوسری قسم:

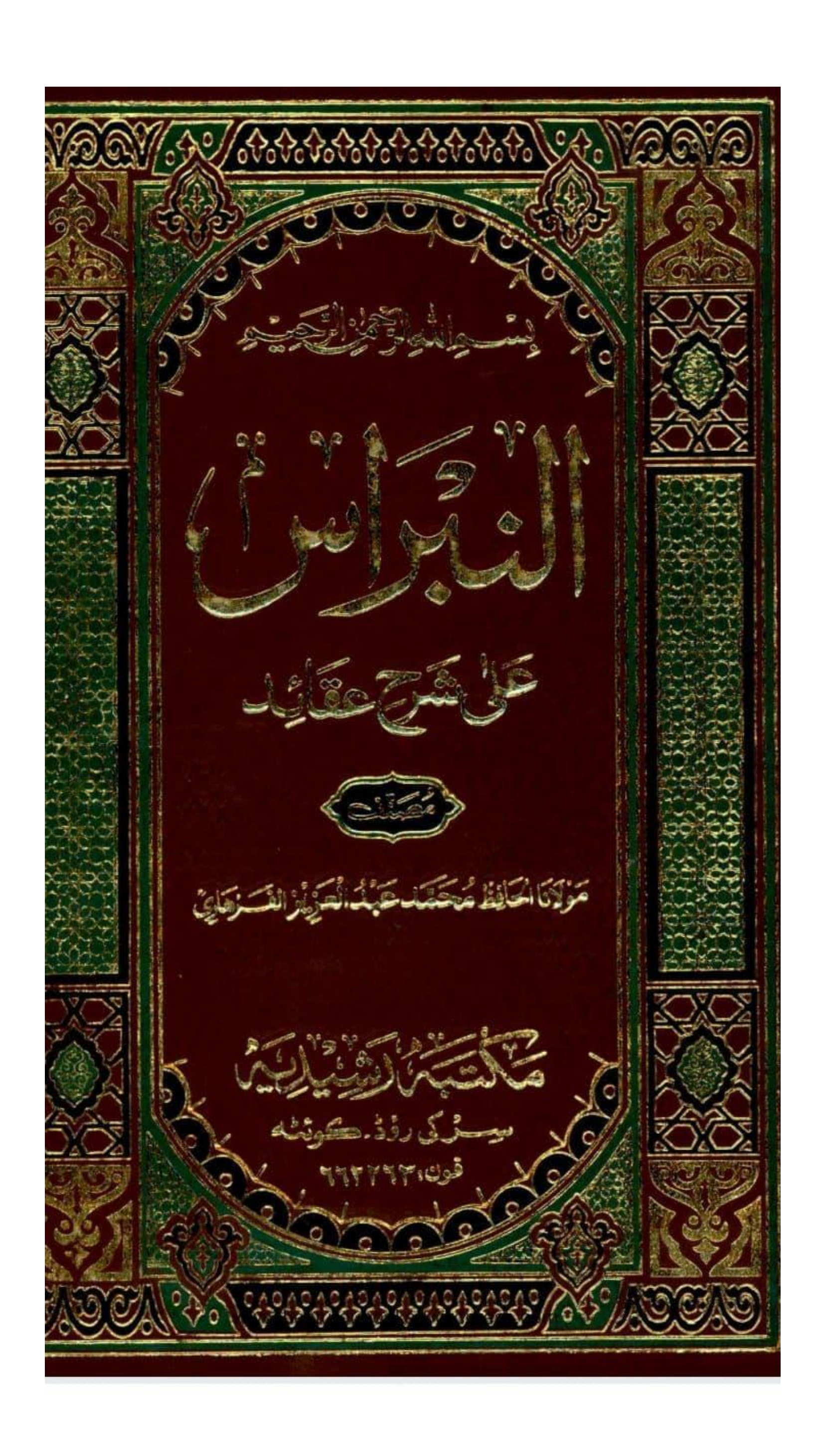
ظنیات یعنی ضروریات اہل سنت۔

- یعنی وہ عقائد [ومسائل]، جن کے انکار سے انسان دائرہ اسلام سے خارج تو نہیں ہوتا، لیکن طائفہ منصورہ، صراط مستقیم یعنی اہل سنت سے نکل کر اہل بدعت میں داخل ہو جاتا ہے۔ مثلاً اولیاء اللہ کو کشف ہونا وغیرہ،

ضروریات اہل سنت [یعنی عقائد ظنیات] کے انکار سے کفر اسلئے لازم نہیں آتا، کیونکہ وہ عقائد، دلائل قطعیہ کے بجائے دلائل ظنیہ سے ثابت ہوتے ہیں، لیکن چونکہ طائفہ منصورہ، صراط مستقیم یعنی اہل سنت ان عقائد پر متفق ہیں، اسلئے ان عقائد کا منکر اہل سنت سے خارج ہے۔ چنانچہ

- صاحبِ نبراس، علامہ عبد العزیز الفرہاریؒ (م ۱۲۳۹ھ) فرماتے ہیں کہ

"ان العقائد قسمان فقسم لا بد فيه سن تحصيل اليقين كوجود الواجب و وحدته و قسم الظنی لا یمکن فيه تحصيل اليقين كفضيلة الرسل على الملک فلا باس فيه باتباع الظن۔۔۔(النبراس للفرھاری:ص ۲۴، طبع مکتبہ رشیدیہ ،کوئٹہ)





تشرب بلسانها الاسباع الطير وانما اطنبنا تسهيلا على المبتدى والله اعلم ومعرفة العقائد عطف على
معرفة الاحكام واريد بالعقائد الاحكام الشرعية التي يقصد منها الاعتقاد فقط كقولنا الله تعالى
قادر على كل ممكن احترازا عما يقصد به العمل كقولنا زكوة الفطر واجبة عن ادلتها متعلق بمحذوف اي معرفة
صادرة عن الادلة وفيه اشارة الى ان معرفة المقلد لا يسمى كلاما وقيد الجمهور الادلة بالقطعية لان اتباع
الظن في العقائد مذموم ولكن فيه بحثان الاول انه قد يجتمع الادلة الظنية فتقييد القطع بالحدس فلا يكون ايراد
الادلة الظنية لهذا الغرض من باب اتباع الظن الثاني ان العقائد قسمان فقسم لا بد فيه من تحصيل اليقين كوجود
الواجب ووحدته وقسم ظني لا يمكن فيه تحصيل اليقين كفضيلة الرسل على الملك فلا باس فيه باتباع الظن
لاجماعهم على ايراد هذا القسم في كتب العقائد فما يقع في كلام بعض المتكلمين من اسقاط الادلة الظنية عن الا بحاث
فليس بوجه فاحفظ بالكلام ثم ذكر في وجه التسمية سبعة وجوه فقال لان عنوان مباحثه عنوان
الشئ اوله الدال على آخره او ظاهره الدال على باطنه وعنوان الكتاب ما يكتب عليها بعد لفها وعنوان المباحث
ما يقدم عليها من قولهم الباب في كذا الفصل في كذا كان في كتب القدماء قولهم الكلام في كذا وكذا و
لان مسئلة الكلام اي كلام الله سبحانه من حيث قدمه وحدوثه كان ذكر نظرا الى المضاف اليه وفي بعض
النسخ كانت اشهر مباحثه قيل هذا ينافي قوله فيما سبق من ان بحث التوحيد والصفات اشهر مباحثه قلنا
الكلام من الصفات فيجوز ان يكون بحثه اشهر من بقية مباحث التوحيد والصفات ويكون تلك المباحث
اشهر من غيرها فلا منافاة فان قلت كيف يكون غير التوحيد اشهر منه مع انه اعلى المقاصد قلت ليست الشهرة
على حسب الشرف كما ترى اليوم اشهر مباحث الكلام بحث خلافة الصحابة وفضيلتهم وانما اشتهر باكثر خلاف
الباحثين فيه واكثرها نزاعا وجدالا اي في العهد السالف فلا ينافي ان يصير غيرها اكثر نزاعا في زمن آخر
كخلافة الصحابة فان نزاعها قد اخذ الآفاق مذ دهر طويل حتى ادى الى سفك الوف الدماء سيما بين القزلباشية
والاتركية حتى ان بعض المتغلبة اي الغالبين بالجور قتل كثيرا من اهل الحق لعدم قولهم بخلق القرآن
اراد الخلفاء العباسية سيما المامون بالله والواثق بالله وكان احمد بن داود قاضي المعتزلة وامامهم لا يجاوزون
قولهم على قتل من لم يعترف بخلق القرآن وقد غلب احمد على الواثق بالله حتى كاد ان يكون مالكه ولتروي هذا
الباب قصص طويلة ومن جملتها انهم قتلوا احمد بن نصر الخزاعي وصلبوه فكان يقرا القرآن بلسان فصيح

- حافظ ابن تیمیہؒ (م ۷۲۸ھ) فرماتے ہیں کہ

وإن قال الأصول: هي المسائل القطعية قيل لا: كثير من مسائل العمل قطعية وكثير من مسائل العلم ليست قطعية وكون المسألة قطعية أو ظنية هو من الأمور الإضافية وقد تكون المسألة عند رجل قطعية لظهور الدليل القاطع له كمن سمع النص من الرسول صلى الله عليه وسلم وتيقن مراده منه. وعند رجل لا تكون ظنية فضلا عن أن تكون قطعية لعدم بلوغ النص إياه أو لعدم ثبوته عنده أو لعدم تمكنه من العلم بدلالته ۔ (مجموع الفتاوی لابن تیمیہ: ج ۲۳: ص ۳۴۷)

مجموع فتاوى

شيخ الإسلام أحمد بن تيمية

« قدّس الله روحه »

جمع وترتيب

عبد الرحمن بن محمد بن قاسم « رحمه الله »

وساعده ابنه محمد « وفقه الله »

ـ المجلد الثالث والعشرون ـ

طُبع بأمر

خادم الحرمين الشريفين الملك فهد بن عبد العزيز آل سعود

أجزل الله مثوبته

ووجوب الصلاة والزكاة والصيـام والحج وتحريم الفواحش والخمر هي مسائل عملية ، والمنكر لها يكفر بالاتفاق .

وإن قال الأصول : هي المسـائل القطعيـة ، قيل له : كثير من مسائل العمل قطعيـة ، وكثير من مسائل العلم ليست قطعيـة ، وكون المسألة قطعية أو ظنية هو من الأمور الإضافية ، وقـد تكون المسألة عند رجل قطعية لظهور الدليل القاطع له ، كمن سمع النص من الرسول صلى الله عليه وسلم ، وتيقن مراده منه . وعند رجل لا تـكون ظنية ، فضلا عن أن تكون قطعية لعـدم بلوغ النص إياه ، أو لعـدم ثبوته عنده ، أو لعدم تمكنه من العلم بدلالته .

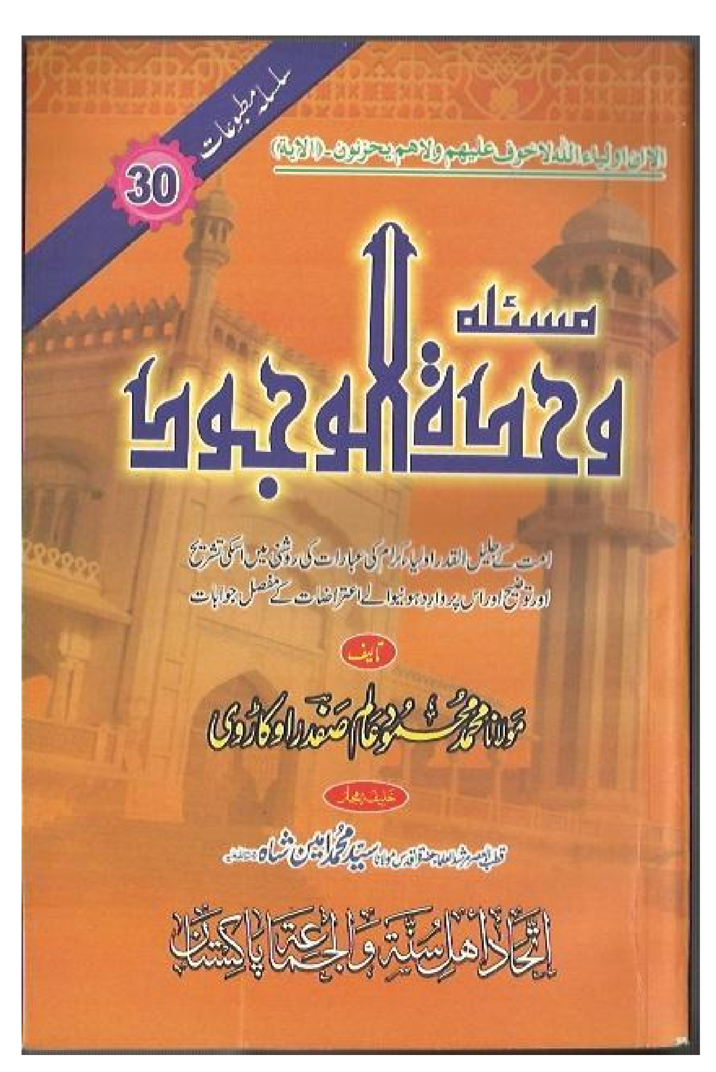
وقـد ثبت فى الصحاح عن النبي صلى الله عليه وسـلم حـديث الذي قال لأهله : « إذا أنامت فاحرقونى ، ثم اسحقـونى ، ثم ذرونى فى اليم ، فوالله لئن قدر الله علي ليعذبنى الله عذاباً ما عذبه أحداً من العالمين . فأمر الله البر برد ما أخذ منـه ، والبحر برد ما أخـذ منه ، وقال : ما حملك على ما صنعت ؟ قال خشيتك يارب ! فغفر الله له » فهذا شك فى قدرة الله وفى المعاد ، بل ظن أنه لا يعود ، وأنه لا يقدر الله عليه إذا فعل ذلك ، وغفر الله له . وهذه المسائل مبسوطة فى غير هذا الموضع .

- حضرت مولانا محمود عالم صفدر صاحب اوکاڑوی حفظہ اللہ فرماتے ہیں کہ

پھر عقائد کی دو قسمیں ہیں:

(۱) ضروریات دین، یہ ان مسائل کو کہا جاتا ہے، جن میں سے ایک کے انکار یا تاویل باطل سے انسان دین اسلام سے ہی محروم ہوجاتا ہے۔ جیسا کہ توحید، رسالت، ختم نبوت، قیامت، عذاب قبر، شفاعت، قیامت میں رؤیت باری تعالی، حیات عیسیٰ کے مسائل۔

دوسری قسم کے مسائل وہ ہیں، جن کو ضروریات اہل سنت کہا جاتا ہے کہ ان میں سے کسی ایک کے انکار سے انسان اہل سنت سے نکل کر اہل بدعت میں داخل ہوجاتا ہے۔ اسی طرح احکام میں بھی کچھ احکام مجمع علیہ ہیں اور کچھ مختلف فیہ یعنی کچھ احکام ایسے ہیں، جن کے انکار سے انسان کفر میں داخل ہوجاتا ہے، جیسے نماز، روزہ، حج، زکوۃ، جہاد وغیرہ اور کچھ احکام ایسے ہیں کہ جن کے انکار سے انسان اگرچہ دائرہ اسلام سے خارج نہیں ہوتا، لیکن اس کا دائرہ اہل سنت سے خروج یقینی ہوتا ہے۔ **(مسئلہ وحدۃ الوجود، از مولانا محمود عالم صفدر صاحب، ص ۵-۶، طبع اتحاد اہل سنۃ والجماعت، پاکستان)**



حضرات میں احسان کی کیفیت حاصل ہوتی ہے ان کے لئے سینکڑوں نوافل پڑھنا آسان ہوتا ہے۔ غیر مقلدین حضرات چونکہ پورے دین کے دشمن ہیں اس لئے وہ حضرات فقہاء کرام کے بھی مخالف ہیں جو ظاہر دین کے علمبردار ہیں اور حضرات صوفیاء کرام کے بھی مخالف ہیں جو باطن کو سنوارنے والے ہیں۔ جس طرح غیر مقلدین حضرات فقہاء کرام کی عبارات پر تلبیسات کرکے بے جا اعتراضات کرتے ہیں اور اپنی آخرت تباہ و برباد کر رہے ہیں اسی طرح حضرات صوفیاء کرام پر بھی بے جا اعتراضات کرکے اپنے آپ کو جہنم کا ایندھن بنانے میں مصروف ہیں اس لئے کہ اعلان شہنشاہی ہے من عاد لی ولیا فقد اذنته بالحرب جو میرے ولی سے دشمنی کرتا ہے میرا اس کے ساتھ اعلان جنگ ہے۔ جنگ کے اندر دوسرے کی اہم ترین چیزوں پر حملہ کیا جاتا ہے اور ان کو تباہ و برباد کیا جاتا ہے انسان کے پاس اس حیات فانی میں سب اعلیٰ و افضل سرمایہ ایمان کا سرمایہ ہے تو جس شخص کے ساتھ ذات ذوالجلال کا اعلان جنگ ہو جاتا ہے پھر ایمان پر خاتمہ اس کے مقدر میں مشکل ہو جاتا ہے۔ اعاذنا الله منه .

صوفیاء کرام کی جن عبارات پر بدقسمت لوگ اعتراضات کرتے ہیں ان میں سے بعض عبارات کا تعلق معرکۃ الآراء مسئلہ وحدۃ الوجود کے ساتھ ہے اس لئے آنے والے چند صفحات میں اس مسئلہ کی توضیح و تشریح اور اس پر وارد ہونے والے اعتراضات کے جوابات پیش کئے جاتے ہیں۔

تمہید:۔ مسائل کا ایک درجہ عقائد کا ہے دوسرا احکام کا تیسرا احسان کا۔ یہ تینوں دین کے شعبے ہیں جیسا کہ حدیث جبرئیل علیہ السلام میں واضح طور پر ان کا ذکر موجود ہے۔ پھر عقائد کی دو قسمیں ہیں (۱) ضروریات دین یہ ان مسائل کو کہا جاتا ہے جن میں سے ایک کے انکار یا تاویل باطل سے انسان دین اسلام سے ہی محروم ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ توحید، رسالت، ختم نبوت، قیامت، عذاب قبر، شفاعت، قیامت میں رؤیت باری تعالیٰ حیات عیسیٰ علیہ السلام کے مسائل۔

دوسری قسم کے مسائل وہ ہیں جن کو ضروریات اہل سنت کہا جاتا ہے کہ ان میں سے کسی ایک کے انکار سے انسان اہل سنت سے نکل کر اہل بدعت میں داخل ہو جاتا ہے۔ اسی طرح احکام میں بھی کچھ احکام مجمع علیہ ہیں اور کچھ مختلف فیہ یعنی کچھ احکام ایسے ہیں جن کے انکار سے انسان کفر میں داخل ہو جاتا ہے جیسے نماز، روزہ، حج، زکوۃ، جہاد وغیرہ اور کچھ احکام ایسے ہیں کہ جن کے انکار سے انسان اگرچہ دائرہ

اسلام سے خارج نہیں ہوتا لیکن اس کا دائرہ اہل سنت سے خروج یقینی ہوتا ہے۔ اور وہ اہل سنت سے نکل ان بہتر فرقوں میں سے کسی ایک کا فرد بدقسمت بن جاتا ہے جن کے متعلق آقا دو جہاں نے ناری ہونے کی خبر دی ہے۔

تیسری چیز احسان ہے احسان میں ادنیٰ درجہ مراقبہ کا ہے فان لم تکن تراہ فانہ یراک اور اعلیٰ درجہ مقام مشاہدہ ہے ان تعبد اللہ کانک تراہ باقی کیفیت احسان کو حاصل کرتے ہوئے مختلف احوال، مکاشفات اور منامات ذاتی حیثیت رکھتے ہیں اس میں سالک یعنی سلوک طے کرنے والے کا کوئی اختیار نہیں ہوتا پھر وہ احوال ومکاشفات نہ ہی عقائد کا حصہ ہیں نہ احکام کا کسی کے ذاتی یا کشفی خواب کو اس کی پوری جماعت کا عقیدہ قرار دینا یہ محض تعصب اور جہالت کا شاخسانہ ہے جیسے ہر مسلمان کے خواب کا قرآن وحدیث میں ہونا ضروری نہیں ہے ہاں قرآن وحدیث کے خلاف نہ ہو اور اگر خلاف بھی ہو تب بھی دیکھنے والا معذور ہی ہے اگرچہ اس پر عمل نہیں کیا جائے گا جیسا کہ خواب میں غیر عورت کے ساتھ احتلام کا ہو جانا خواب دیکھنے والا معذور ہوگا لیکن شریعت کے ہاں قابل مواخذہ نہ ہوگا اس لئے کہ وہ اس میں بے اختیار ہے ہاں خواب دیکھ کر جس عورت کے ساتھ خواب میں احتلام ہوا ہے بیداری میں اس پر بیوی ہونے کا دعویٰ کرنا ناجائز ہے۔ اسی طرح ہر ہر کشف کا قرآن وحدیث میں ہونا ضروری نہیں۔ اور نہ ہی کسی کے کشف کو اس کی جماعت کا عقیدہ قرار دیا جا سکتا ہے صاحب کشف اپنے کشف میں بے اختیار ہونے کی وجہ سے بے گناہ ہے۔ کیونکہ وہ نائم کی طرح مرفوع القلم ہے ہاں اس کو تسلیم کرنے کے لئے ضروری ہے کہ وہ قرآن وسنت کے خلاف نہ ہو۔ جس طرح بعض خواب عجیب وغریب ہوتے ہیں ان کی تعبیر عوام تو عوام بلکہ خواص کو بھی سمجھ میں نہیں آتی اسی طرح بعض کشف بھی عجیب وغریب ہوتے ہیں جس کی تعبیر سمجھ میں نہیں آتی اور بظاہر کتاب وسنت کے خلاف ہوتے ہیں ان کو شطحیات کہا جاتا ہے۔ یہ متشابہات کے حکم میں ہوتے ہیں جس طرح متشابہات کو عقائد نجران کے پادریوں نے قرار دیا اسی طرح شطحیات کو بھی عقائد کا درجہ دینا نجران کے پادریوں کی تقلید ہے۔

فرقہ ناجیہ اور طائفہ منصورہ کا نام اہل سنت والجماعت ہے اس میں لفظ سنت میں ان کی نسبت جناب رسول اقدس ﷺ کی طرف ہے جو بحثیت معصوم ہیں اور جماعت کا مطلب یہ ہے کہ ہم نبی کریم ﷺ کے بعد کسی بھی شخص کو معصوم نہیں مانتے ہاں بفرمان رسول اقدس ﷺ ہم امت کے اجماع کو معصوم مانتے ہیں اس لئے کسی بھی فرد کی لغزش یا تفرد کو اہل سنت والجماعت کا عقیدہ قرار نہیں دیا جا سکتا اس لئے کسی بھی

تیسری قسم:

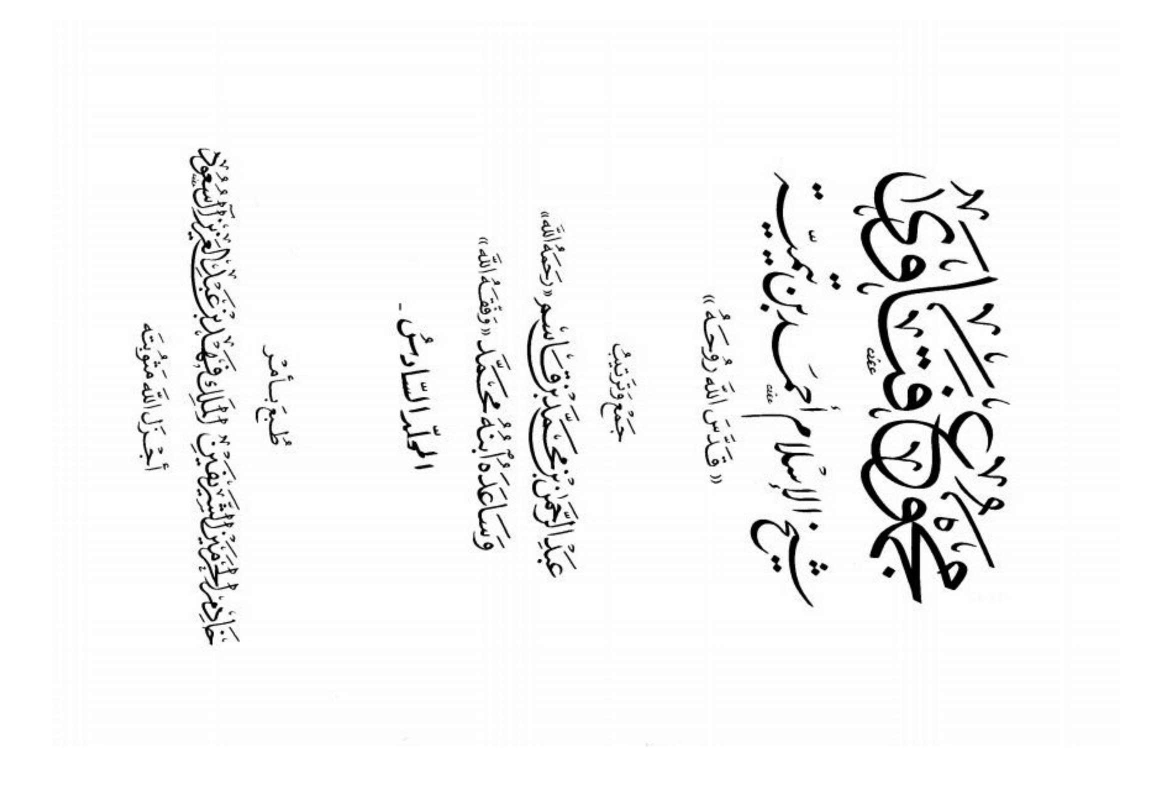
فروعیات یعنی عقائد کے فروعی مسائل:

- یعنی وہ عقائد، جن کے انکار سے انسان نہ دائرہ اسلام سے خارج ہوتا اور نہ ہی اہل سنت سے، بلکہ وہ طائفہ منصورہ، فرقہ ناجیہ یعنی اہل سنت میں ہی شمار ہوتا ہے، مثلاً اشاعرہ اور ماتریدیہ کے درمیان کا اختلاف، تصوف واحسان کے مسائل، ''مسئلة رؤية النبی ﷺ ربه ليلة المعراج''، ''الجنة التی سكنها آدم علیہ السلام هل هی جنة الخلد ام جنة فی الدنیا''، ''هل عذاب القبر واقع علی البدن او علی الروح'' وغیرہ۔

کیونکہ عقائد کے اس طرح کے مسائل میں اختلاف، کتاب اللہ یا سنت رسول ﷺ سے صریح دلیل کے نہ ہونے یا دلیل کی صحت میں یا نص فہمی میں اختلاف کی وجہ سے ہے، یہی وجہ ہے کہ اس طرح کے عقائد کے اختلافات کا درجہ فروعی مسائل کی طرح ہے، لہذا اس طرح کے عقائد کی وجہ سے کسی بھی فریق کو خارج اہل سنت نہیں کہا جا سکتا۔ چنانچہ

- حافظ ابن تیمیہؒ (م ۷۲۸ھ) ''عقیدہ کے بعض مسائل کی اقسام ذکر کرنے کے بعد'' فرماتے ہیں کہ

''وإذا كانت قد تكون قطعية. وقد تكون اجتهادية: سوغ اجتهاديتها ما سوغ في المسائل العملية وكثير من تفسير القرآن أو أكثره من هذا الباب؛ فإن الاختلاف في كثير من التفسير هو من باب المسائل العلمية الخبرية لا من باب العملية''۔ (مجموع الفتاوی: ج ۶: ص ۶۰، نیز دیکھئے ج ۱۰: ص ۳۸۳-۳۸۴)



دون شخص ؛ وإن العالم قد يقول القولين الصوابين ،كل قول مع قوم ؛ لأن ذلك هو الذى ينفعهم ؛ مع أن القــولين صحيحان لا منـافاة بينهما ؛ لـكن قد يكون قولهما جميعاً فيه ضرر على الطائفتين ؛ فلا يجمعهما إلا لمن لا يضره الجمع .

وإذا كانت قد تـكون قطعية . وقد تـكون اجتهادية : سوغ اجتهاديتها ما سوغ فى المسائل العملية ، وكثير من تفسير القرآن ، أو أكثره من هذا الباب ؛ فإن الاختلاف فى كثير من التفسير هو من باب المسائل العلمية الخبرية لا من باب العملية ؛ لكن قد تقع الأهــواء فى المسائل الـكبار ،كما قد تقع فى مسائل العمل .

وقد ينـكر أحد القائلين على القائل الآخر قوله إنـكاراً يجعله كافراً ، أو مبتدعا فاسقاً ، يستحق الهجر وإن لم يستحق ذلك ، وهو أيضاً اجتهاد .

وقد يكون ذلك التغليظ صحيحاً فى بعض الأشخاص ، أو بعض الأحوال، لظهور السنة التى يكفر من خالفها ؛ ولما فى القول الآخر من المفسدة الذي يبدع قائله ؛ فهذه أمور ينبغي أن يعرفها العاقل ؛ فإن القول الصدق إذا قيل : فإن صفته الثبوتية اللازمة أن يكون مطابقاً للمخبر .

أما كونه عند المستمع معلوماً ، أو مظنوناً ، أو مجهولاً ، أو قطعياً ، أو ظنياً أو يجب قبوله ، أو يحرم ، أو يكفر جاحده ، أو لا يكفر ؛ فهذه أحكام عملية تختلف باختلاف الأشخاص والأحوال.

- اسی طرح علامہ محمد بن صالح ابن العثیمینؒ (م ۱۴۲۱ھ) فرماتے ہیں کہ

ولكن الحقيقة انه لا يمكن أن نقول: إن جميع مسائل العقيدة يجب فيها اليقين، لأن من مسائل العقيدة ما اختلف فيه العلماء رحمهم الله، وما كان مختلفا فيه بين أهل العلم فليس يقينيا، لأن القين لا يمكن نفيه أبدا.

فمثلا اختلف العلماء رحمهم الله في عذاب القبر، هل هو واقع على البدن أو على الروح؟

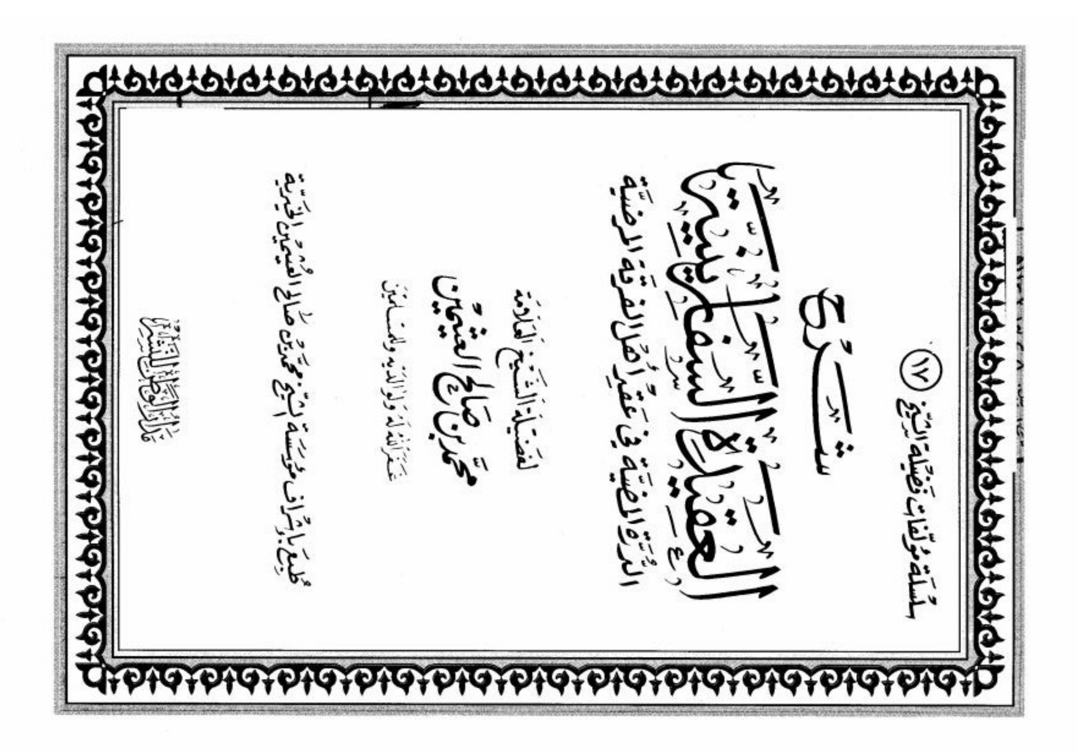
واختلف أيضاً العلماء رحمهم الله أيضاً في الذي يوزن، هل هي الأعمال أو صحائف الأعمال أو صاحب العمل؟

واختلف العلماء رحمهم الله أيضاً في الجنة التي اسكنها آدم، هل هي جنة الخلد أم جنة في الدنيا؟

واختلف العلماء رحمهم الله أيضاً في رؤية النبي صلى الله عليه وسلم ربه، هل رآه بعينه - يعني في الحياة - أم رآه بقلبه؟

واختلف العلماء رحمهم الله في النار، هل هي مؤبدة أم مؤمدة؟

وكل هذه المسائل من العقائد، والقول بان العقيدة ليس فيها خلاف على الإطلاق غير صحيح، فإنه يوجد من مسائل العقيدة ما يعمل فيه الإنسان بالظن۔ (شرح العقيدة السفارينية: ج۱: ص۳۰۷-۳۰۸)



بين أهل العلـم رحمهم الله؛ فمنهـم من قال: إنه يكفي، ومنهـم من قال: إنه لا يكفي، ولكن الحقيقة أنه لا يمكن أن نقول: إن جميع مسائل العقيدة يجب فيها اليقين؛ لأن من مسائل العقيدة ما اختلف فيه العلماء رحمهم الله، وما كان مختلفاً فيه بين أهل العلم فليس يقينياً؛ لأن اليقين لا يمكن نفيه أبداً.

فمثلاً اختلف العلماء رحمهم الله في عذاب القبر؛ هل هو واقع على

البدن أو على الروح؟

واختلف أيضًا العلماء رحمهم الله أيضاً في الذي يوزن؛ هل هي الأعمال أو صحائف الأعمال أو صاحب العمل؟

واختلف العلماء رحمهم الله أيضاً في الجنة التي أسكنِها آدم؛ هل هي جنة الخلد أم جنة في الدنيا؟

واختلف العلماء رحمهم الله أيضاً في رؤية النبي ﷺ ربه؛ هل رآه بعينه - يعني في الحياة - أم رآه بقلبه؟

واختلف العلماء رحمهم الله في النار؛ هل هي مؤبدة أم مؤمدة؟

وكل هذه المسائل من العقائد، والقول بأن العقيدة ليس فيها خلاف على الإطلاق غير صحيح، فإنه يوجد من مسائل العقيدة ما يعمل فيه الإنسان بالظن.

فمثلاً في قوله تعالى في الحديث القدسي: «من تقرب إليَّ شبراً تقربت منه ذراعاً»[1]، لا يجزم الإنسان بأن المراد بالقرب القرب الحسي، فإن الإنسان لاشك أنه ينقدح في ذهنه أن المراد بذلك القرب المعنوي.

- دارالافتاء دارالعلوم دیوبند کا فتوی ہے کہ

اشاعرہ اور ماتریدیہ کے درمیان جن مسائل میں اختلاف ہے وہ سب فروعی (غیر اہم مسائل) ہیں، بنیادی کسی مسئلہ میں اختلاف نہیں ہے۔ **(سوال وجواب نمبر ۱۰۱۳۷)**،

* اسی طرح، دارالعلوم دیوبند کے ایک اور فتوی میں ہے کہ

متکلمِ اسلام امام ابوالحسن اشعریؒ **(متوفی: ۳۳۰ھ)** اور امام ابومنصور ماتریدیؒ **(متوفی: ۳۳۳ھ)** کی طرف منسوب دونوں جماعتوں: "اشاعرہ" اور "ماتریدیہ" کو علمائے دیوبند برحق سمجھتے ہیں۔ **(سوال وجواب نمبر ۶۷۷۶۱)**

- شیخ الحدیث، مولانا سلیم اللہ خان صاحبؒ (م ۱۴۳۸ھ) فرماتے ہیں کہ

پھر "اہل السنہ والجماعۃ" میں **"چار" گروہ صحیح اسلام پر ہیں۔**

محدثین: یہ حضرات عقائد میں امام احمدؒ کے متبع ہیں۔

متکلمین، اس کے "۲" گروہ ہیں:

(الف) اشاعرہ: یہ لوگ عموماً امام مالکؒ اور امام شافعیؒ سے منقول عقائد کی تشریح وترویج کرتے ہیں۔

(ب) ماتریدیہ: یہ حضرات امام اعظمؒ اور ان کے اصحاب سے منقول عقائد کی تائید وتفصیل کرتے ہیں، اشاعرہ وماتریدیہ میں اختلاف قلیل ہیں۔ **(کشف الباری: ج۱: ص۵۵۹)**،



التشکیک فرقِ ضالّہ ہیں، صحیح اسلامی فرقہ "اہل السنۃ والجماعۃ" ہے جو "ما أنا علیہ وأصحابی" (۱) کے مطابق ہے، یہ لقب بھی اسی ارشادِ نبوی سے ماخوذ ہے۔

اہل السنۃ والجماعۃ کے گروہ

پھر "اہل السنۃ والجماعۃ" میں چار گروہ صحیح اسلام پر ہیں۔

محدثین:۔ یہ حضرات عقائد میں امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے متبع ہیں۔

متکلمین، ان کے دو گروہ ہیں:

(الف) اشاعرہ:۔ یہ لوگ عموماً امام مالک اور امام شافعی رحمہما اللہ سے منقول عقائد کی تشریح وترویج کرتے ہیں۔

(ب) ماتریدیہ:۔ یہ حضرات امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے اصحاب سے منقول عقائد کی تائید وتفصیل کرتے ہیں، اشاعرہ وماتریدیہ میں اختلاف قلیل ہے، ابوالحسن اشعریؒ اول کے اور ابومنصور ماتریدیؒ دوم کے امام ہیں، یہ دونوں امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ کے ہم عصر ہیں۔ (۲)

امام ابوالحسن اشعری رحمۃ اللہ علیہ

امام ابوالحسن اشعری رحمۃ اللہ علیہ پہلے معتزلی تھے، ابو علی جُبّائیؔ معتزلی کے اصحابِ خاص میں سے تھے، معتزلہ کے بڑے مناظر تھے۔ ایک مرتبہ پورے رمضان کا اعتکاف کیا، پہلے عشرہ میں خواب دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں "یاعلی، انصر المذاهب المروية عني فإنها الحق" نیند سے بیدار ہونے کے بعد بڑی فکر ہوئی، دوسرے عشرے میں پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی، آپ نے پوچھا "مافعلت فيما أمرتک بہ" انھوں نے جواب دیا "یارسول الله، وما عسى أن أفعل، وقد خرّجت للمذاهب المروية عنک محامل صحيحة" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ فرمایا "انصر المذاهب المروية عني فإنها الحق" بیدار ہوئے تو سخت متفکر تھے، پختہ عزم کرلیا کہ "کلام" چھوڑ دیں گے،

(۱) هذا جزء من حديث أخرجه الترمذي في جامعه عن عبدالله بن عمرو بن العاص رضي الله عنهما، في كتاب الإيمان، باب ماجاء في افتراق هذه الأمة، رقم (۲٦٤۱)۔

(۲) فضل الباری (ج ۱ ص ۳۳۵)۔

- قریب قریب یہی بات عالم بالحدیث والأصول والأدب، محقق محمد بن أحمد بن سالم السفارینیؒ (م ۱۱۸۸ھ)، امام تاج الدین السبکیؒ (م ۷۷۱ھ)، امام ابن حجر الہیتمیؒ (م ۹۷۴ھ)، الإمام عبد الباقي المواهبي الحنبليؒ (م ۱۰۷۱ھ)، امام حسن بن عمر الشطي الحنبليؒ (م ۱۲۷۴ھ) وغیرہ نے بھی کہی ہے۔ (لوامع الانوار: ج ۱: ص ۷۳، اتحاف سادۃ المتقین: ج ۲: ص ۶، معید النعم و مبید النقم: ص ۶۲، الفتاوی الحدیثیۃ لابن حجر: ص ۲۰۰، کتاب العین والأثر في عقائد أهل الأثر: ص ۵۲، مختصر شرح عقیدۃ السفاریني)

- مولانا توحید عالم بجنوری حفظہ اللہ، مدرس دار العلوم دیوبند فرماتے ہیں کہ

نصوصِ صریحہ سے ثابت شدہ عقائد تقریباً سب متفق علیہ ہیں، جو کتاب وسنت اور اجماع سے ثابت ہیں؛ لیکن استنباطی یا فروعی عقائد، اسی طرح وہ قطعی عقائد جن کی کیفیات اور تشریحات میں اربابِ فن کے درمیان اختلافات ہیں، اس لحاظ سے اس فن میں بھی یکسوئی حاصل کرنے کے لیے علمِ کلام کے بابصیرت ائمہ میں سے کسی ایک کا دامن تھامنا اسی طرح ضروری ہے جس طرح فقہ کے اجتہادی مسائل میں کسی امام کے مذہب کا پابند رہنا ضروری ہے، پس علماء دیوبند علم کلام میں تمام متکلمین کو برحق مانتے ہوئے اور سب کی عظمت کے ساتھ امام ابومنصور ماتریدیؒ کا اتباع کرتے ہیں؛ لیکن یہاں بھی معین کلام کی پابندی اور اتباع کے ساتھ تحقیق کا سرا ہاتھ سے نہیں جانے دیتے۔ کلامی مسائل میں خصوصیت کے ساتھ حجۃ الاسلام، بانیِ دار العلوم دیوبند حضرت اقدس مولانا محمد قاسم نانوتوی قدس سرہ کی حکیمانہ تعلیمات سے ماخوذ قاسمیت غالب ہے۔ حضرت نانوتوی قدس سرہ اشاعرہ اور ماتریدیہ کے اختلافی مسائل میں رد وقدح کی راہ اختیار نہیں کرتے؛ بلکہ رفع اختلاف اور تطبیق وتوفیق کا راستہ اختیار فرماتے ہیں جس سے کلامی مسائل کا بڑے سے بڑا اختلاف نزاعِ لفظی محسوس ہونے لگتا ہے، اسی بنا پر اکابرِ دیوبند کلامی مسائل میں علماءِ دیوبند کو اشعری کہہ دیتے ہیں۔ (ماہنامہ دار العلوم دیوبند، شمارہ نمبر ۵، ج ۹۷، رجب ۱۴۳۴ھ، مطابق مئی ۲۰۱۳)

- حضرت مولانا قاری طیب صاحبؒ (م ۱۴۰۳ھ)، سابق مہتمم دار العلوم دیوبند نے فرمایا: ۔۔۔۔ ان (علمائے دیوبند) کے ماتریدیت اور اشعریت کے ملے جلے رخ کو سامنے رکھ کر اگر انہیں "اشعریت پسند ماتریدی" کہا جائے تو ان کے کلامی مزاج کے حسبِ حال ہوگا جب کہ وہ جامع بین الاشعریت والماتریدیت ہی نظر آتے ہیں۔ (علمائے دیوبند کا دینی رخ اور مسلکی مزاج، ص: ۱۵۶، ۱۵۷، ط: شعبۂ نشرواشاعت دار العلوم دیوبند)

- ''تصوف کیا ہے؟ اس کی شرعی حیثیت کیا ہے؟'' کے سوال کے جواب میں دار الافتاء دار العلوم دیوبند کا فتوی ہے کہ

تصوف، تزکیہ نفس کا طریقہ ہے، آدمی روحانی اور باطنی اصلاح کی غرض سے کسی مرشد کامل متبع سنت بزرگ کے ہاتھ پر گناہوں سے توبہ اور آئندہ اس کی راہنمائی میں دین پر چلنے کا عہد کرتا ہے، اس کو بیعت کہتے ہیں، صحابہ کرام کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کرنا ثابت ہے، اصلاح نفس تو واجب اور ضروری ہے، البتہ اس کے لیے کسی مرشد کامل کے ہاتھ پر بیعت ہونا مستحب ہے۔ (سوال وجواب نمبر ۲۳۶۶۵)

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ عقائد کی ''۳'' قسمیں ہیں، تینوں عقائد کے منکر کا حکم الگ الگ ہے۔ واللہ اعلم

لہٰذ بعض لوگوں کا یہ کہنا کہ ہر قسم کے عقائد کے لئے کتاب وسنت سے دلیل ضروری ہے، غیر صحیح ہے۔

اصل مضمون کی طرف:

تمہیدی بات کے بعد عرض ہے کہ ائمہ محدثین نے تصریح فرمائی ہے کہ حضور ﷺ کے جسمِ مبارک سے لگی مٹی تمام جگہوں سے افضل ہے، یہی وجہ ہے کہ اہل سنت والجماعت، علماء دیوبند کا نظریہ ہے کہ

حضور ﷺ کا روضۂ مبارک کا وہ حصہ جو آپ کے جسمِ مبارک سے لگا ہوا ہے، یا حضور ﷺ کے روضہ کی مٹی کے وہ ذرے جو آپ کے جسمِ مبارک سے لگے ہوئے ہیں، وہ کعبہ اور عرش سے بھی افضل ہے، اور یہ بات ائمہ وعلماء سے ثابت ہے، ان کے ارشادات ملاحظہ فرمائیے:

(۱) مشہور مفسر علامہ آلوسیؒ (م ۱۲۷۰ھ) فرماتے ہیں کہ:

البقعة التی ضمته ﷺ فإنها أفضل البقاع الأرضية والسماوية حتى قيل وبه أقول إنها أفضل من العرش۔

زمین کا وہ حصہ جو نبی ﷺ کے ساتھ لگا ہے، وہ زمین وآسمان کی تمام جگہوں سے افضل ہے، حتی کہ یہ بھی کہا گیا ہے اور میں بھی یہی کہتا ہوں کہ یہ عرش سے بھی افضل ہے۔ **(تفسیر روح المعانی: ج ۱۳: ص ۱۱۱)**

(۲) امام ابوالولید الباجیؒ (م ۴۷۴ھ) فرماتے ہیں کہ:

وقوله ﷺ ما على الارض بقعة من الأرض أحب إلي من أن يكون قبری بها منها ظاهره تفضيل المدينة على ما سواها من الأرض ولذلک أحب أن يكون قبره بها۔

حضور ﷺ کا ارشاد: میری قبر کیلئے روئے زمین کا کوئی ٹکڑا، مجھے مدینہ سے زیادہ نہیں پسند۔ اس حدیث کے ظاہر سے مدینہ کی فضیلت، زمین کے تمام حصوں پر ہے، (جس میں کعبہ بھی داخل ہے)۔ **(المنتقی شرح المؤطا: ج ۳: ص ۲۰۹)**

- آگے ایک مقام پر امام ابوالولید الباجیؒ (م ۴۷۴ھ) لکھتے ہیں کہ:

وهذا يقتضی تفضيله للمدينة على سائر بقع مكة وغيرها۔

یہ (حدیث) مکہ اور اس کے علاوہ جگہوں پر، مدینہ کی افضلیت کا تقاضا کرتی ہے۔ **(المنتقی شرح مؤطا: ج ۳: ص ۲۰۹)**

شاید اسی کو امام سمہودیؒ **(م ۹۱۱ھ)** نے اس طرح بیان کیا ہے کہ امام ابوالولید الباجیؒ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کے روضہ کا وہ حصہ جو آپ کے جسم سے لگا ہوا ہے، وہ کعبہ سے افضل ہے۔ **(خلاصة الوفاء للسمهودی: ج ۱: ص ۶۳)**

(۳) امام ابن عقیلؒ **(م ۵۱۳ھ)** [جن کو علماء نے امام، علامہ [علم کے] سمندر، شیخ الحنابلہ اور امام الفقہاء قرار دیا ہے، **سیر اعلام النبلاء: جلد ۱۹: صفحہ ۴۴۳، لسان المیزان: رقم ۵۴۴۲**، ان] سے سوال کیا گیا کہ: روضہ اطہر افضل ہے یا کعبہ؟

تو ابن عقیلؒ نے فرمایا: ''اگر تمہاری مراد صرف حجرۂ نبوی سے ہے، تو کعبہ افضل ہے۔

لیکن اگر تمہاری مراد روضۂ انور جسم اطہر کے ساتھ ہے، تو اللہ کی قسم وہ عرش سے افضل ہے، عرش کو اٹھانے والے فرشتوں سے افضل ہے، جنتِ عدن سے افضل ہے۔

اس لئے کہ روضہ میں ایک ایسا جسمِ اطہر ہے، کہ اگر وہ دونوں جہانوں کے ساتھ تولہ جائے تو وہ بھاری ہے''۔

(۴) اور امام ابن القیمؒ (م۷۵۱ھ) نے اپنی کتاب بدائع الفوائد میں فائدے [وضاحت] کے تحت، ابن عقیلؒ کا یہ قول ذکر کیا ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اسی بات کے قائل ہیں کہ:

حضور ﷺ کے روضہ کا وہ حصہ، آپ کے جسم مبارک سے لگا ہوا ہے، وہ کعبہ اور عرش وغیرہ سے افضل ہے۔(**کتاب الفنون لابن عقیل، بحوالہ الفروع لابن مفلح: ج۶: ص۲۸، الانصاف للامام ابی الحسن الصالحی: ج۳: ص۵۶۲، بدائع الفوائد لابن القیم: ج۳: ص ۱۳۵-۱۳۶**)

(۵) امام قاضی عیاض المالکیؒ (م۵۴۴ھ) فرماتے ہیں کہ:

حضور ﷺ کا روضہ اقدس کی جگہ زمین کی ساری جگہوں سے افضل ہے، اور اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔(**کتاب الشفاء: ج۲: ص۹۱**)

<u>قاضی عیاض مالکیؒ کے قول کی شرح اور وضاحت سلفِ صالحین سے:</u>

قاضی عیاضؒ کے اس قول کو امام نوویؒ (م۶۷۶ھ) نے یوں نقل کیا ہے کہ:

امام قاضی عیاضؒ نے فرمایا کہ: اس بات پر اجماع ہے کہ نبی ﷺ کے روضہ کی جگہ افضل ہے، تمام زمینوں سے۔(**شرح النووی علی صحیح مسلم: ج۹: ص۱۶۳**)

مزید قاضی عیاضؒ کے قول کی شرح کرتے ہوئے،

علامہ شہاب الدین احمد بن محمد الخفاجی المصریؒ (م۱۰۶۹ھ) [جو کہ قاضی القضاۃ (چیف جسٹس)، صاحب تصنیفات اور وقت کے بہترین علماء میں تھے، **الاعلام للزرکلی: ج۱: ص۲۳۸، مقدمہ نسیم الریاض: ج۱: ص۱۰، طبعہ بیروت**، وہ] فرماتے ہیں کہ:

اور علماء و محدثین کے درمیان اس بات میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ نبی ﷺ کے روضہ کی جگہ، یعنی روضہ کا وہ حصہ جو جسمِ اطہر سے لگا ہوا ہے، وہ افضل ہے، زمین کے تمام حصوں سے۔(**نسیم الریاض شرح شفاء القاضی عیاض: ج۵: ص۱۲۱**)

(۶) امام نوویؒ (م۶۷۶ھ) فرماتے ہیں کہ ہمارے اصحاب نے قاضی عیاضؒ کے قول [جو اوپر گذر چکا، اس] سے اختلاف نہیں کیا۔ (**المجموع للنووی: ج۸: ص۴۷۶**)

یعنی امام نوویؒ اور ان کے اصحاب امام القاضی عیاضؒ کے قول سے متفق ہیں۔

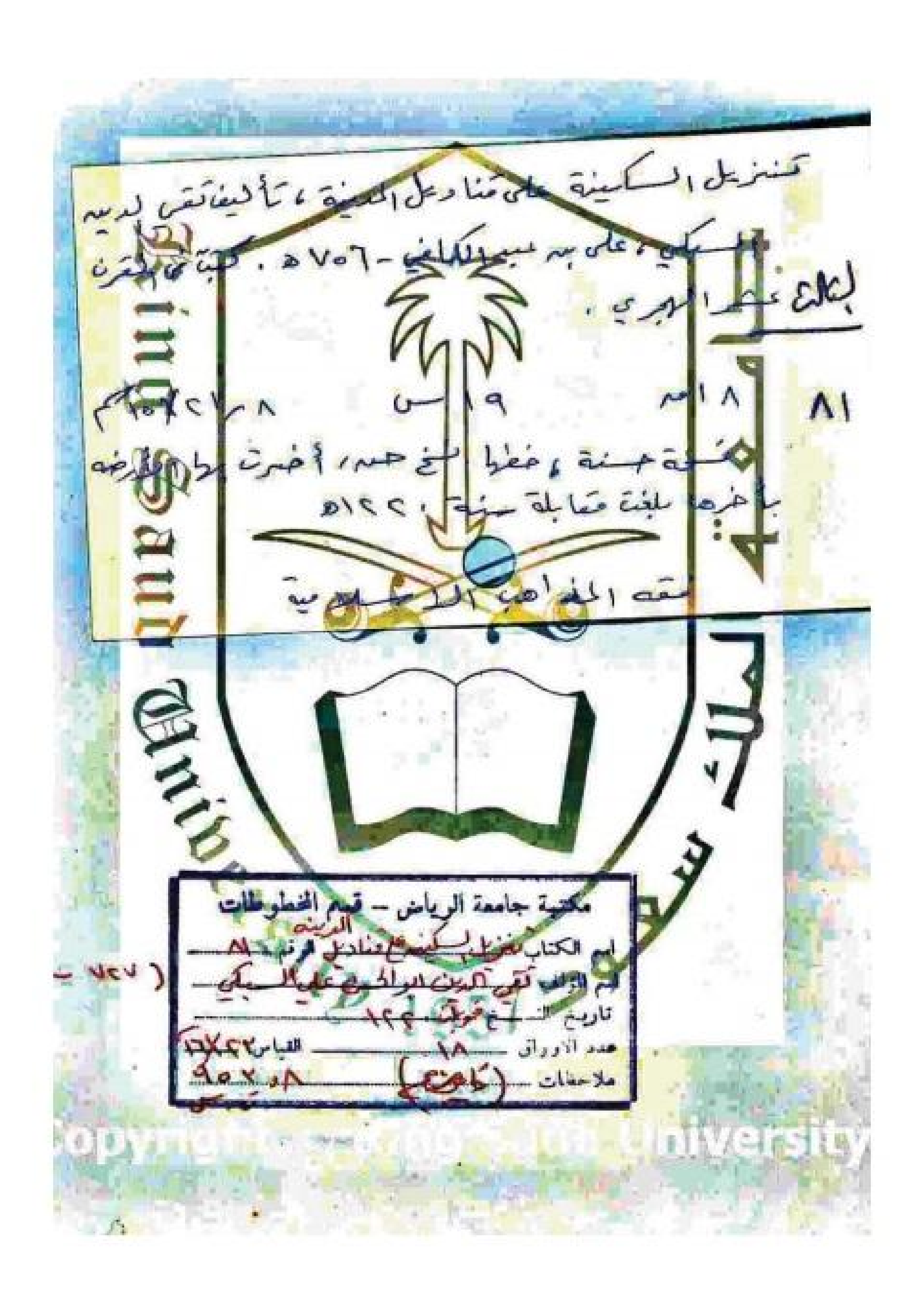
(۷) امام تقی الدین السبکیؒ (۷۵۶ھ) فرماتے ہیں کہ:

أما المدفن الشريف فلا يشمله حكم المسجد، بل هو أشرف من المسجد، وأشرف من مسجد مكة، وأشرف من

کل البقاع، کما حکی القاضی عیاض الإجماع۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا روضہ مسجد کے حکم میں شامل نہیں ہے، بلکہ وہ مسجد سے زیادہ شرف والا ہے [حتی کہ] مسجد حرام اور تمام روئے زمین سے، جیسا کہ قاضی عیاضؒ نے اجماع نقل کیا ہے۔

آگے فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا روضہ ساری جگہوں سے افضل ہے۔ **(تنزیل السکینة علی قنادیل المدینة، مخطوطة، المکتبة جامعة الملك سعود، رقم الحفظ ۸۱)**



وَاذكرون ما يتلى في بيوتكن ويحتمل ان يقال انها للنبي صلى الله عليه وسلم
لقوله تعالى بيوت النبي وهذا هو الاولى ثم بعده هل يكون بعده صدقة
ويكون لهن فيها حق السكنى او كيف يكون الحال والظاهر الاول ويحتمل
ان يقال انها من بعده وتكون قد دخلت بالشرا والوقف في المسجد لكونها
من الاماكن وان كا ... فتكون اذ دخلت في المسجد وان لم يكن لها
حكمه وحكم صدقته ... الله عليه وسلم جار عليها ومن جملة صدقته
صلى الله عليه وسلم ... ينتفع المسلمين بالصلاة والجلوس فيها هذا ا
كله في غير المدفن الشريف ... المدفن الشريف فلا يشمله حكم المسجد
بل هو اشرف من المسجد واشرف من مسجد مكة واشرف من كل البقاع كما
حكى القاضي عياض الاجماع على ذلك ان الموضع الذي ضم اعضاء النبي
صلى الله عليه وسلم لا خلاف في كونه افضل وانه مستثنى من قول الشافعية
والحنفية والحنابلة وغيرهم ان مكة افضل من المدينة ونظم بعضهم في
ذلك جزم الجميع بان خير الارض ما قد حاط ذات المصطفى وحواها
ونعم لقد صدقوا بساكنها علت كالنفس حين زكت زكى ماواها
ورايت جماعة يستشكلون نقل هذا الاجماع وقال لي قاضي القضاة
شمس الدين السروجي الحنفي طالعت في مذهبنا خمسين تصنيفا لم اجد
فيها تعرضا لذلك وقال لي ذكر الشيخ عز الدين ابن عبد السلام
لنا ولكم ادلة في تفضيل مكة على المدينة وذكرت انا ادلة الذي والادلة
التي قال ان الشيخ عز الدين ذكرها وقفت عليها ووقفت على ما ذكره
الشيخ

تفضيل البقعة التي ضمت الاعضاء الشريفة

١٤

الشيخ عز الدين في تفضيل بعض الاماكن على بعض وقال ان الاماكن والازمان
كلها متساوية ويفضلان بما يقع فيهما لا بصفات قائمة بهما ويرجع تفضيلها
الى ما ينيل الله العباد فيهما من فضله وكرمه وان التفضيل الذي فيهما ان
الله يجود على عباده بتفضيل اجر العاملين ... هكذا قال الشيخ عز الدين
رحمه الله وانا اقول قد يكون كذلك وقد ... آخر فيهما وان لم
يكن عمل فان قبر النبي صلى الله عليه وسلم ... ينزل عليه من الرحمة والرضوان
والملائكة وله عند الله من المحبة له ولساكنه ما ... تقصر العقول عن ادراكه
وليس لمكان غيره فكيف لا يكون افضل ... وليس محل عمل لنا لانه
ليس مسجدا ولا له حكم المساجد بل هو مستحق للنبي صلى الله عليه وسلم
فهذا معنى غير تضعيف الاعمال فيه وقد تكون الاعمال مضاعفة فيه
باعتبار ان النبي صلى الله عليه وسلم حي واعماله فيه مضاعفة اكثر من
كل احد فلا يختص التضعيف باعمالنا نحن فافهم هذا ينشرح صدرك
لما قاله القاضي عياض من تفضيل ما ضم اعضاءه صلى الله عليه وسلم باعتبارين
احدهما ما قيل ان كل احد يدفن بالموضع الذي خلق منه والثاني تنزل الرحمة
والبركات عليه واقبال الله ولو سلمنا ان الفضل ليس للمكان لذاته
لكن لاجل من حل فيه اذا عرفت هذا فهذا المكان له شرف على جميع المساجد
وعلى الكعبة فلا يلزم من منع تعليق قناديل الذهب في المساجد والكعبة
المنع من تعليقها هنا ولم ار احدا قال بالمنع هنا وكما ان العرش افضل
الاماكن العلوية وهو ابتداء كذلك هذا المكان افضل الاماكن الارضية

اور امام سبکیؒ (م ۷۵۶ھ) کے قول کی وضاحت کرتے ہوئے، علامہ خفاجیؒ (م ۱۰۶۹ھ) فرماتے ہیں کہ:

[نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا روضہ مسجد کے حکم میں شامل نہیں ہے، بلکہ وہ مسجد سے زیادہ شرف والا ہے [حتی کہ] مسجدِ حرام اور تمام روئے زمین سے] یعنی وہ افضل ہے، آسمان سے عرش سے اور کعبہ سے۔ (نسیم الریاض شرح شفاء القاضی عیاض: ج ۵: ص ۱۲۱)

(۸)　امام ابو محمد ابن ابی جمرہؒ (م ۶۹۵ھ) [جن کو علماء نے مشہور، فاضل، صالح، شیخ، عالم الباری اور علماء حدیث میں سے قرار دیا ہے، (**تاریخ اسلام: ج ۱۵: ص ۸۳۱، حسن المحاضرۃ للسیوطی: ج ۱: ص ۵۲۳، الاعلام للزرکلی: ج ۴: ص ۸۹**، وہ] فرماتے ہیں کہ: حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وجہ سے چیزوں کو فضیلت حاصل ہوئی، نہ کہ چیزوں کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو۔

اگر مکہ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوتے، تو لوگوں کو یہ وہم ہوتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فضیلت مکہ سے حاصل ہوئی۔

اس لئے اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ اپنے بندوں کو آپ کی فضیلت کو واضح کرے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم افضل المخلوقات ہیں، تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہجرت ہوئی مدینہ کی طرف۔

مدینہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مشرف ہو گیا، کیا تمہیں علم نہیں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسمِ اطہر سے جو جگہ ملی ہوئی ہے، وہ تمام روئے زمین سے افضل ہے۔

یہ بات ان کے شاگرد امام ابن امیر الحاجؒ نے **المدخل: ج ۱: ص ۲۵۷** پر نقل کی ہے۔ (**الموسوعۃ مواقف السلف: ج ۷: ص ۴۲۱**)

(۹)　امام ابن امیر الحاجؒ (م ۷۳۷ھ) نے اپنے استاد امام ابو محمد ابن ابی جمرہؒ (م ۶۹۵ھ) کا قول باحتجاج نقل کیا ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بھی اسی بات کے قائل ہیں۔

دیکھئے: **المدخل: ج ۱: ص ۲۵۶-۲۵۷**۔

(۱۰)　امام محمد بن عبد اللہ الزرکشیؒ (م ۷۹۴ھ) فرماتے ہیں کہ:

روضۂ رسول ایسی زمین پر ہے، جو تمام جگہوں سے افضل ہے، جیسا کہ قاضی عیاضؒ نے اجماع نقل کیا ہے۔ (**أعلام الساجد بأحکام المساجد للزرکشی: ص ۲۴۲**)

(۱۱)　امام ابو محمد بن عبد اللہ البسکریؒ (م ۷۶۵ھ) فرماتے ہیں کہ زمین کا وہ حصہ بہترین ہے (افضل ہے)، جس کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات مبارک نے گھیرے رکھا ہے۔ (**وفاء الوفاء للسمہودی: ج ۴: ص ۲۲۸**، واسنادہ صحیح)

(۱۲)　امام ابن الضیاءؒ (م ۸۵۴ھ) فرماتے ہیں کہ روضہ شریف زمین کے تمام حصوں سے افضل ہے۔ (**تاریخ مکۃ المشرفۃ لابن الضیاء: ص ۳۳۷**)

(۱۳)　امام سخاویؒ (م ۹۰۲ھ) فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضہ کا وہ حصہ، جو آپ کے جسمِ مبارک سے لگا ہوا ہے، اس کے کعبہ بلکہ عرش سے افضل ہونے پر اجماع ہے۔ (**التحفۃ اللطیفۃ: ج ۱: ص ۴۲**)

(۱۴)　امام ابن حجر ہیثمیؒ (م ۹۷۴ھ) فرماتے ہیں کہ:

[حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضہ کا وہ حصہ، جو آپ سے لگا ہوا ہے، اس کے] عرش سے افضل ہونے پر اجماع ہے۔ (**تحفۃ المحتاج: ج ۴: ص ۶۴**)

(۱۵) حافظ ابن کثیرؒ (م ۷۷۴ھ) نے قاضی عیاضؒ سے نقل کیا ہے کہ: حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضہ کا وہ حصہ جو آپ کے جسم سے لگا ہوا ہے، وہ زمین کے تمام جگہوں سے افضل ہے اور اس پر سب کا اتفاق ہے۔ (**الفصول فی سیرۃ الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لابن کثیر: ص ۲۹۰**)

(۱۶) امام ابوالیمن ابن عساکرؒ (م ۶۸۶ھ) [جن کے بارے میں امام ذہبیؒ فرماتے ہیں کہ وہ ثقہ ہیں، فاضل ہیں، عالم ہیں اور علوم میں مضبوط ہیں، **تاریخ الاسلام: ج ۱۵: ص ۵۷۲**، وہ] فرماتے ہیں کہ:

اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ وہ جگہ جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسم اطہر سے لگی ہے، وہ مشرف، مقدس، علی الاطلاق زمین کے تمام حصوں سے افضل ہے، حتّی کہ کعبہ سے بھی، واللہ اعلم۔ (**اتحاف الزائر لابن عساکر: ص ۳۶**)

(۱۷) امام قسطلانیؒ (م ۹۲۳ھ) فرماتے ہیں کہ اجماع ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضہ کا وہ حصہ جو آپ سے لگا ہوا ہے، وہ تمام جگہوں سے افضل ہے، حتی کہ کعبہ سے بھی افضل ہے۔ (**مواہب اللدنیہ: ج ۳: ص ۶۱۱** طبع مصر)

(۱۸) علامہ زرقانیؒ (م ۱۱۲۲ھ) نے امام قسطلانیؒ کے قول کی تصدیق کی ہے۔ (**شرح مواہب اللدنیہ للزرقانی: ج ۱۲: ص ۲۳۴**)

(۱۹) امام ابواسحٰق بن مفلحؒ (م ۸۸۴ھ) فرماتے ہیں کہ:

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا روضہ زمین کے تمام جگہوں سے افضل ہے۔ (**المبدع لابن مفلح: ج ۳: ص ۶۷**)

(۲۰) امام سیوطیؒ (م ۹۱۱ھ) فرماتے ہیں کہ زمین کا وہ حصہ جس میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آرام فرما رہے ہیں کہ وہ کعبہ اور عرش سے افضل ہے۔ (**أنموذج اللبیب للسیوطی: ص ۲۲**)

(۲۱) امام سمہودیؒ (م ۹۱۱ھ) فرماتے ہیں کہ:

قاضی عیاضؒ اور ان سے پہلے ابوالولید الباجیؒ وغیرہ نے اجماع نقل کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضہ کا وہ حصہ جو آپ کے جسم سے لگا ہوا ہے، وہ کعبہ سے افضل ہے، بلکہ تاج الدین سبکیؒ نے ابن عقیلؒ سے روایت کیا ہے کہ وہ عرش سے بھی افضل ہے اور تاج فقیہی نے صراحت کی ہے کہ وہ آسمانوں سے بھی افضل ہے۔ (**خلاصۃ الوفاء للسمہودی: ج ۱: ص ۶۳**)

(۲۲) امام ابوالعباس القرطبیؒ (م ۶۵۶ھ) فرماتے ہیں کہ امام قاضی عیاضؒ فرماتے ہیں کہ مسلمانوں کا اجماع ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضہ کی جگہ دنیا کی تمام جگہوں سے افضل ہے۔ (**المفہم شرح کتاب صحیح مسلم للامام ابوالعباس القرطبی: ج ۳: ص ۵۰۳**)

(۲۳) امام تقی الدین محمد الفاسیؒ (م ۸۳۴ھ) فرماتے ہیں:

وہ جگہ جہاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آرام فرما رہے ہیں وہ اجماعی طور پر تمام روئے زمین سے افضل ہے جیسا کہ قاضی عیاضؒ نے شرح مسلم میں نقل کیا ہے، حتی کہ وہ کعبہ سے بھی افضل ہے، جیسا کہ ابویمن ابن عساکرؒ نے کہا۔ (**شفاء الغرام: ص ۱۲۵**)

(۲۴) امام عماد الدین یحییٰ بن ابی بکرؒ (م ۸۹۳ھ) فرماتے ہیں کہ:

اوراس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے کہ نبی ﷺ کا روضہ تمام زمین سے افضل ہے۔(**بهجة المحافل:ص۱۸**)

(۲۵) محدث ملا علی قاریؒ (**م ۱۰۱۴ھ**) فرماتے ہیں کہ:

زمین کا وہ ٹکڑا جو حضور ﷺ کے جسم مبارک سے لگا ہوا ہے، وہ دنیا کی ساری جگہوں سے افضل ہے، حتی کہ کعبہ اور عرش سے بھی افضل ہے اور اس پر اجماع ہے۔(**المسلک المتقسط:ص۳۰۵-۳۰۶**)

(۲۶) حافظ ولی الدین عراقیؒ (**۸۰۶ھ**) فضائل مکہ کی روایت کی شرح میں قاضی عیاضؒ کے قول سے استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ: قاضی عیاض مالکیؒ نے مکہ کی فضیلت مدینہ پر سے، اس زمین کو الگ کیا ہے، جس میں نبی ﷺ آرام فرمار ہے ہیں اور علماء کا اتفاق نقل کیا ہے کہ نبی ﷺ کے روضہ کا حصہ تمام زمین سے افضل ہے۔امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ ہمارے اصحاب نے قاضی عیاضؒ کے قول سے اختلاف نہیں کیا ہے۔(**طرح التثریب:ج۶:ص۵۰**)،معلوم ہوا کہ امام ولی الدین عراقیؒ بھی اسی بات کے قائل ہیں۔

آخری بات:

ائمہ محدثین وعلماء کی ان تحقیقات وآراء کی وجہ سے، علماء اہل سنت نے تصریح فرمائی ہے کہ

وہ حصہ زمین جو جناب رسول ﷺ کے اعضاء مبارکہ کو مس کئے ہوئے ہے، علی الاطلاق افضل ہے، یہاں تک کہ کعبہ اور عرش و کرسی سے بھی افضل ہے، چنانچہ فقہاء نے اس کی تصریح فرمائی ہے۔(**المہند علی المفند یعنی عقائد علماء اہل سنت دیوبند:ص۳۵**)

لیکن چونکہ یہ عقائد کے فروعی مسائل میں سے ایک مسئلہ ہے۔اس لئے اس کا منکر بھی فرقہ ناجیہ، اہل سنت میں ہی شمار ہوگا، جیسا کہ تفصیل شروع میں آچکی ہے، **دیکھئے ص:۹-۱۶**۔

لہذا اس عقیدے کے لئے کتاب وسنت سے دلیل کا مطالبہ کرنا، اصول سے ناواقفیت کا نتیجہ ہے۔واللہ اعلم

المہند علی المفند کی تصنیف کی وجہ

مولوی احمد رضا خاں صاحب نے ایک رسالہ مرتب کیا، جس میں اکابر دیوبند کی عبارات کو لفظی ومعنوی تحریف کرتے ہوئے، حضرت نانوتویؒ، حضرت گنگوہیؒ، حضرت سہارنپوریؒ، حضرت تھانویؒ وغیرہ کی عبارتوں کو توڑ موڑ کر پیش کر کے، ان پر قطعی تکفیر کا فتوی صادر کیا۔علمائے حرمین شریفین سے دھوکے سے اس فتوی کی تصدیقات حاصل کر کے، اس رسالہ کو حسام الحرمین کے نام سے ہندوستان میں **۱۳۲۵ھ** میں طبع کرایا۔اس وقت حضرت مدنیؒ مدینہ میں ہی حاضر تھے۔انہوں نے علمائے حرمین شریفین کو حقیقت حال سے مطلع کیا، تو ان حضرات نے "**۲۶**" سوالات قلم بند کر کے اکابر دیوبند کو جواب کے لئے ارسال کیے۔حضرت خلیل احمد صاحب سہارنپوریؒ نے "**اکابر کے دفاع میں**" ان کے جوابات تحریر فرمائے، اور اس وقت کے تمام مشاہیر دیوبند نے ان جوابات کی تصدیق کی۔پھر جب یہ جوابات علمائے حرمین شریفین کے پاس پہنچے، تو ان حضرات نے ان جوابات کو درست فرما کر تصدیق کی، اسی طرح مصر، شام، دمشق وغیرہ کے علماء نے بھی ان جوابات کی تصدیق فرمائی **اور کسی نے بھی ان عقائد پر اعتراض نہیں کیا۔** پھر یہ رسالہ "المہند علی المفند" کے نام سے شائع ہوا۔

سلسلہ دفاع فضائل اعمال "۱۹"

فضائل نماز میں موجود حضرت ام رومانؓ کی روایت پر اعتراض کا جواب۔

(طالب الرحمٰن اور دیگر غیر مقلدین حضرات کو جواب)

-مفتی ابن اسماعیل مدنی
-مولانا عبدالرحیم قاسمی
-ڈاکٹر ابو محمد شہاب علوی

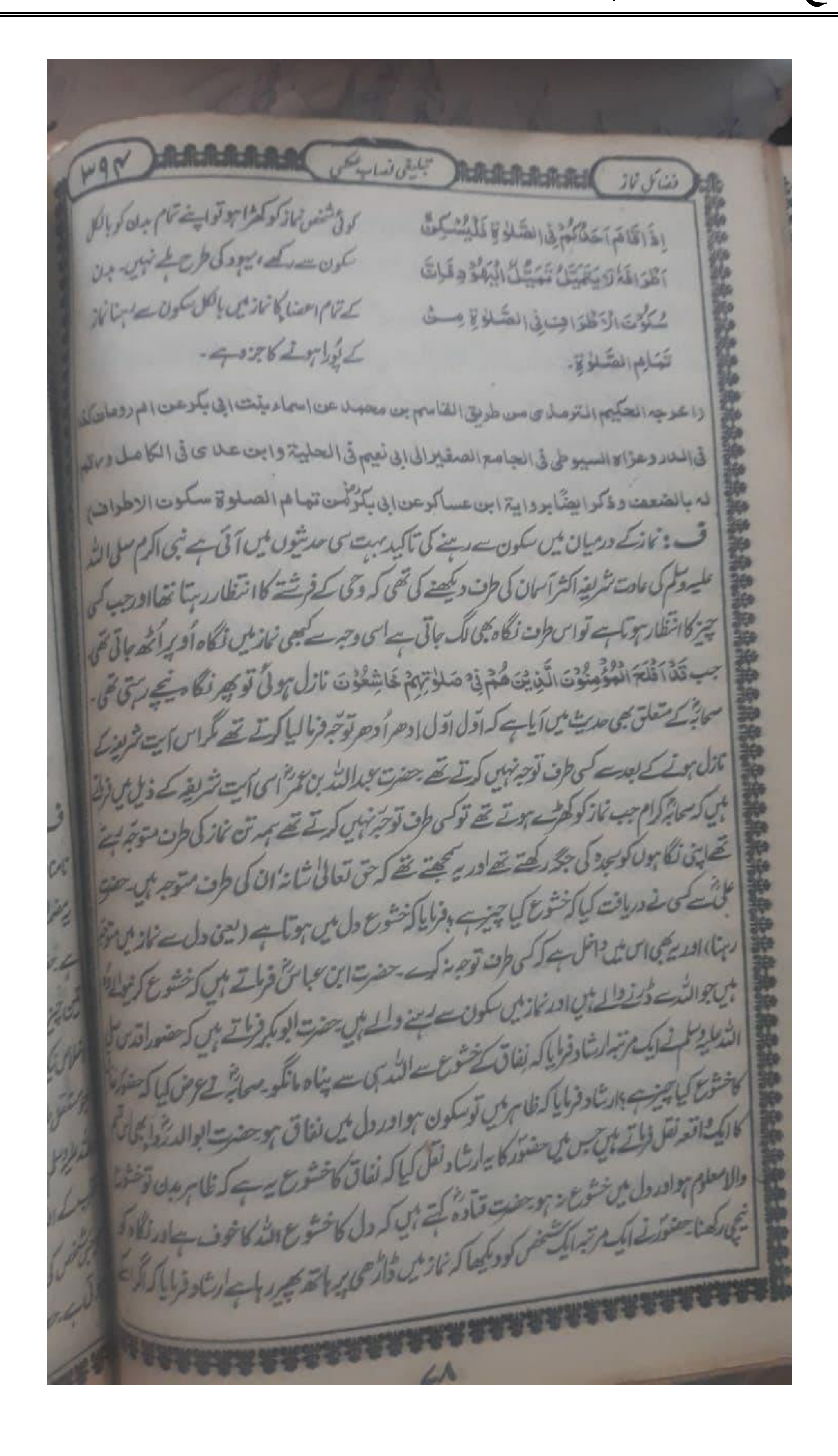
مبلغ اہل حدیث، طالب الرحمٰن صاحب کہتے ہیں کہ

اسی طرح ،فضائل نماز کے باب میں تبلیغی نصاب :ص ۳۹۴ پر بیان کردہ حدیث علامہ البانی کے نزدیک موضوع ہے۔(تبلیغی جماعت کا اسلام:ص ۲۰۴)

الجواب:

تبلیغی نصاب: ص ۳۹۴ پر حضرت ام رومانؓ کی روایت موجود ہے۔





اِذَا قَامَ اَحَدُكُمْ فِى الصَّلٰوةِ فَلْيُسْكِنْ اَطْرَافَهٗ لَا يَتَمَيَّلُ تَمَيُّلَ الْيَهُوْدِ فَاِنَّ سُكُوْنَ الْاَطْرَافِ فِى الصَّلٰوةِ مِنْ تَمَامِ الصَّلٰوةِ۔

کوئی شخص نماز کو کھڑا ہو تو اپنے تمام بدن کو بالکل سکون سے رکھے، یہود کی طرح ہلے نہیں۔ بدن کے تمام اعضا کا نماز میں بالکل سکون سے رہنا نماز کے پورا ہونے کا جزو ہے۔

(اخرجه الحكيم الترمذى من طريق القاسم بن محمد عن اسماء بنت ابى بكر عن ام رومان كذا فى الدر وعزاه السيوطى فى الجامع الصغير الى ابى نعيم فى الحلية وابن عدى فى الكامل ورقم له بالضعف وذكر ايضا برواية ابن عساكر عن ابى بكرؓ من تمام الصلوة سكون الاطراف)

ف: نماز کے درمیان میں سکون سے رہنے کی تاکید بہت سی حدیثوں میں آئی ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ اکثر آسمان کی طرف دیکھنے کی تھی کہ وحی کے فرشتے کا انتظار رہتا تھا اور جب کسی چیز کا انتظار ہوتا ہے تو اس طرف نگاہ بھی لگ جاتی ہے اسی وجہ سے کبھی نماز میں نگاہ اوپر اٹھ جاتی تھی جب قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ هُمْ فِىْ صَلٰوتِهِمْ خَاشِعُوْنَ نازل ہوئی تو پھر نگاہ نیچے رہتی تھی۔ صحابہؓ کے متعلق بھی حدیث میں آیا ہے کہ اوّل اوّل ادھر اُدھر توجہ فرما لیا کرتے تھے مگر اس آیت شریفہ کے نازل ہونے کے بعد سے کسی طرف توجہ نہیں کرتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ اسی آیت شریفہ کے ذیل میں فرماتے ہیں کہ صحابہؓ کرام جب نماز کو کھڑے ہوتے تھے تو کسی طرف توجہ نہیں کرتے تھے ہمہ تن نماز کی طرف متوجہ رہتے تھے اپنی نگاہوں کو سجدہ کی جگہ رکھتے تھے اور یہ سمجھتے تھے کہ حق تعالیٰ شانہٗ ان کی طرف متوجہ ہیں۔ حضرت علیؓ سے کسی نے دریافت کیا کہ خشوع کیا چیز ہے؟ فرمایا کہ خشوع دل میں ہوتا ہے (یعنی دل سے نماز میں متوجہ رہنا) اور یہ بھی اس میں داخل ہے کہ کسی طرف توجہ نہ کرے۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ خشوع کرنے والے ہیں جو اللہ سے ڈرنے والے ہیں اور نماز میں سکون سے رہنے والے ہیں۔ حضرت ابوبکرؓ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ نفاق کے خشوع سے اللہ ہی سے پناہ مانگو۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ حضور نفاق کا خشوع کیا چیز ہے؟ ارشاد فرمایا کہ ظاہر میں تو سکون ہو اور دل میں نفاق ہو۔ حضرت ابوالدرداءؓ بھی اسی قسم کا ایک واقعہ نقل فرماتے ہیں جس میں حضورؐ کا یہ ارشاد نقل کیا کہ نفاق کا خشوع یہ ہے کہ ظاہر بدن تو خشوع والا معلوم ہو اور دل میں خشوع نہ ہو۔ حضرت قتادہؓ کہتے ہیں کہ دل کا خشوع اللہ کا خوف ہے اور نگاہ کو نیچی رکھنا۔ حضورؐ نے ایک مرتبہ ایک شخص کو دیکھا کہ نماز میں ڈاڑھی پر ہاتھ پھیر رہا ہے ارشاد فرمایا کہ اگر

پوری حدیث مع ترجمہ درج ذیل ہیں:

حضرت شیخ الحدیثؒ (م ۱۴۰۲ھ) لکھتے ہیں کہ

عَنْ أُمِّ رُوْمَانَ -وَالِدَةُ عَائِشَةَ- قَالَتْ: رَآنِيْ أَبُوْ بَكْرٍ الصِّدِّيْقِ أَتَمَيَّلُ فِيْ صَلَاتِيْ، فَزَجَرَنِيْ زَجْرَةً كِدْتُ أَنْصَرِفُ مِنْ صَلَاتِيْ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ يَقُوْلُ: إِذَا قَامَ أَحَدُكُمْ فِي الصَّلَاةِ فَلْيُسْكِنْ أَطْرَافَهُ، لَا يَتَمَيَّلُ تَمَيُّلَ الْيَهُوْدِ، فَإِنَّ سُكُوْنَ الْأَطْرَافِ فِي الصَّلَاةِ مِنْ تَمَامِ الصَّلَاةِ۔ (أخرجه الحكيم الترمذي من طريق القاسم بن محمد عن أسماء بنت أبي بكر عن أم رومان، كذا في الدر، وعزاه السيوطي في الجامع الصغير إلى أبي نعيم في الحلية، وابن عدي في الكامل، ورقم له بالضعف، وذكر أيضاً برواية ابن عساكر عن أبي بكر: مِنْ تَمَامِ الصَّلَاةِ سُكُونُ الأَطْرَافِ)

ترجمہ:

حضرت عائشہ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا کی والدہ اُمِّ رُومان رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا فرماتی ہیں کہ: مَیں ایک مرتبہ نماز پڑھ رہی تھی، نماز میں اِدھر اُدھر جھکنے لگی، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے دیکھ لیا تو مجھے اِس زور سے ڈانٹا کہ مَیں (ڈر کی وجہ سے) نماز توڑنے کے قریب ہوگئی، پھر ارشاد فرمایا کہ: مَیں نے حضور ﷺ سے سنا ہے کہ: جب کوئی شخص نماز کو کھڑا ہو تو اپنے تمام بدن کو بالکل سکون سے رکھے، یہود کی طرح ہلے نہیں، بدن کے تمام اَعضا کا نماز میں بالکل سکون سے رہنا نماز کے پورا ہونے کا جُزء ہے۔

فائدہ:

نماز کے درمیان میں سُکون سے رہنے کی تاکید بہت سی حدیثوں میں آئی ہے۔ (فضائل اعمال: ج۱: فضائل نماز: ص ۲۷۲-۲۷۳، طبع دینیات، ممبئی)


فضائل اعمال

جلد اول

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب

Compiler

AHEM Charitable Trust

Contact : Idara-e-DEENIYAT, Opp. Maharashtra College, Bellasis Road, Mumbai Central, Mumbai - 4000 08.

Tel. : 022 - 23051111 • Fax : 022 - 23051144

Website : www.deeniyat.com • E-mail : info@deeniyat.com

طرف نگاہ اٹھائی اور یہ ارشاد فرمایا کہ اس وقت علم دنیا سے اُٹھ جانے کا وقت (مُنکَشِف[۱] ہوا) ہے۔ حضرت زیاد صحابی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! علم ہم سے کس طرح اُٹھ جائے گا، ہم لوگ قرآن شریف پڑھتے ہیں اور اپنی اولاد کو پڑھاتے ہیں (اور وہ اسی طرح اپنی اولاد کو پڑھائیں گے اور سلسلہ چلتا رہے گا) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں تو تجھے بڑا سمجھدار خیال کرتا تھا، یہ یہود و نصاریٰ بھی تو تورات، انجیل پڑھتے پڑھاتے ہیں، پھر کیا کارآمد[۲] ہوا؟ ابو درداء رضی اللہ عنہ کے شاگرد کہتے ہیں کہ میں نے دوسرے صحابی حضرت عُبادہ رضی اللہ عنہ سے جا کر یہ قصہ سنایا، انھوں نے فرمایا کہ ابو درداء سچ کہتے ہیں اور میں بتاؤں کہ سب سے پہلے کیا چیز دنیا سے اُٹھے گی؟ سب سے پہلے نماز کا خشوع اُٹھ جائے گا، تُو دیکھے گا کہ بھری مسجد میں ایک شخص بھی خُشوع سے نماز پڑھنے والا نہ ہوگا۔ حضرت حُذَیفہ رضی اللہ عنہ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے رازدار[۳] کہلاتے ہیں، وہ بھی فرماتے ہیں کہ سب سے پہلے نماز کا خشوع اٹھایا جائے گا [دُرِّمنثور]۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ اس نماز کی طرف توجہ ہی نہیں فرماتے جس میں رُکوع سجدہ اچھی طرح نہ کیا جائے۔ ایک حدیث میں ارشادِ نبوی ہے کہ آدمی ساٹھ برس تک نماز پڑھتا ہے، مگر ایک نماز بھی قبول نہیں ہوتی کہ کبھی رکوع اچھی طرح کرتا ہے تو سجدہ پورا نہیں کرتا، سجدہ کرتا ہے تو رکوع پورا نہیں کرتا۔

حضرت مُجدِّدِ اَلفِ ثانی نَوَّرَ اللہُ مَرقَدَہٗ نے اپنے مکاتیب (خطوط) میں نماز کے اہتمام پر بہت زور دیا ہے اور بہت سے گرامی ناموں[۴] میں مُختلِف مضامین پر بحث فرمائی ہے۔ ایک گرامی نامہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ سجدہ میں ہاتھوں کی انگلیوں کو ملانے کا اور رکوع میں انگلیوں کو علیحدہ علیحدہ کرنے کا اہتمام بھی ضروری ہے، شریعت نے انگلیوں کو ملانے یا کھولنے کا حکم بے فائدہ نہیں فرمایا ہے۔ یعنی ایسے معمولی آداب کی رعایت بھی ضروری ہے۔ اسی سلسلے میں تحریر فرماتے ہیں کہ نماز میں کھڑے ہونے کی حالت میں سجدہ کی جگہ نگاہ کا جمائے رکھنا اور رکوع کی حالت میں پاؤں پر نگاہ رکھنا اور سجدہ میں جا کر ناک پر رکھنا اور بیٹھنے کی حالت میں ہاتھوں پر نگاہ رکھنا، نماز میں خشوع کو پیدا کرتا ہے اور اس سے نماز میں دِلجَمعی[۵] نصیب ہوتی ہے، جب ایسے معمولی آداب بھی اتنے اہم فائدے رکھتے ہیں تو بڑے آداب اور سنتوں کی رعایت تم سمجھ لو کہ کس قدر فائدہ بخشے گی۔

نماز میں ہلنے جُلنے کی مُمانَعت

⑥ عَنْ أُمِّ رُوْمَانَ وَالِدَةِ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ: رَآنِيْ أَبُوْبَكْرِ الصِّدِّيْقُ رضی اللہ عنہ	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی والدہ اُمِّ رُومان رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں ایک مرتبہ نماز پڑھ رہی تھی، نماز میں اِدھر اُدھر جھکنے لگی،

حل لغات: ① ظاہر۔ ② فائدہ۔ ③ بھید کی باتیں جاننے والے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم راز کی باتیں انہیں بتلا دیا کرتے تھے۔ ④ خطوط۔ ⑤ یعنی دل لگنا۔

أَتَمَيَّلُ فِيْ صَلٰوتِيْ ، فَزَجَرَنِيْ زَجْرَةً كِدتُّ أَنْصَرِفُ مِنْ صَلٰوتِيْ ، قَالَ : سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ : إِذَا قَامَ أَحَدُكُمْ فِي الصَّلٰوةِ فَلْيُسْكِنْ أَطْرَافَهٗ لَا يَتَمَيَّلْ تَمَيُّلَ الْيَهُوْدِ . فَإِنَّ سُكُوْنَ الْأَطْرَافِ فِي الصَّلٰوةِ مِنْ تَمَامِ الصَّلٰوةِ .

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے دیکھ لیا تو مجھے اس زور سے ڈانٹا کہ میں (ڈر کی وجہ سے) نماز توڑنے کے قریب ہوگئی۔ پھر ارشاد فرمایا کہ میں نے حضور ﷺ سے سنا ہے کہ جب کوئی شخص نماز کو کھڑا ہو تو اپنے تمام بدن کو بالکل سکون سے رکھے، یہود کی طرح ہلے نہیں، بدن کے تمام اعضا① کا نماز میں بالکل سکون سے رہنا نماز کے پورا ہونے کا جزو② ہے۔

[أخرجه الحكيم الترمذي من طريق القاسم بن محمد عن أسماء بنت أبي بكر عن أم رومان رضي الله عنها. كذا في الدر . وعزاه السيوطي في الجامع الصغير إلى أبي نعيم في الحلية وابن عدي في الكامل ورقم له بالضعف . وذكر أيضا برواية ابن عساكر عن أبي بكر رضي الله عنه : من تمام الصلوة سكون الأطراف .

فائدہ: نماز کے درمیان میں سکون سے رہنے کی تاکید بہت سی حدیثوں میں آئی ہے۔ نبی اکرم ﷺ کی عادتِ شریفہ اکثر آسمان کی طرف دیکھنے کی تھی کہ وحی کے فرشتے کا انتظار رہتا تھا اور جب کسی چیز کا انتظار ہوتا ہے تو اس طرف نگاہ بھی لگ جاتی ہے، اسی وجہ سے کبھی نماز میں بھی نگاہ اوپر اُٹھ جاتی تھی۔ جب ﴿ قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ ۝ ﴾ [سورۂ مؤمنون] نازل ہوئی، تو پھر نگاہ نیچے رہتی تھی۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کے متعلق بھی حدیث میں آیا ہے کہ اوّل اوّل اِدھر اُدھر توجہ فرمالیا کرتے تھے، مگر اس آیتِ شریفہ کے نازل ہونے کے بعد سے کسی طرف توجہ نہیں کرتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اسی آیتِ شریفہ کے ذیل③ میں فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جب نماز کو کھڑے ہوتے تھے تو کسی طرف توجہ نہیں کرتے تھے، ہمہ تن④ نماز کی طرف متوجہ رہتے تھے، اپنی نگاہوں کو سجدہ کی جگہ رکھتے تھے اور یہ سمجھتے تھے کہ حق تعالیٰ شانہٗ ان کی طرف متوجہ ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کسی نے دریافت کیا کہ خُشُوع کیا چیز ہے؟ فرمایا کہ خُشوع دل میں ہوتا ہے (یعنی دل سے نماز میں متوجہ رہنا) اور یہ بھی اس میں داخل ہے کہ کسی طرف توجہ نہ کرے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ خشوع کرنے والے وہ ہیں: جو اللہ سے ڈرنے والے ہیں اور نماز میں سکون سے رہنے والے ہیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضورِ اقدس ﷺ نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ نفاق کے خشوع سے اللہ ہی سے پناہ مانگو۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ حضور! نفاق کا خشوع کیا چیز ہے؟ ارشاد فرمایا کہ ظاہر میں تو سکون ہو اور دل میں نفاق ہو۔ حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ بھی اس قسم کا ایک واقعہ نقل فرماتے ہیں جس میں حضور ﷺ کا یہ ارشاد نقل کیا کہ نفاق کا خشوع یہ ہے کہ ظاہر بدن تو خشوع والا معلوم ہو اور دل میں خشوع نہ ہو۔ حضرت قتادہؒ کہتے ہیں کہ دل کا خشوع اللہ کا خوف ہے اور نگاہ کو نیچی رکھنا۔

حل لغات: ① بدن کے حصے۔ ② حصہ۔ ③ یعنی اس کے بارے میں، اس آیت کے تحت۔ ④ مکمل طور سے۔

فضائل نماز

مکمل سند اور اس پر بحث:

مشہور امام، حافظ الحدیث، ابوعبداللہ، الحکیم الترمذیؒ (م ۳۲۰ھ) فرماتے ہیں کہ

حدثنا إبراهيم بن عبد الحميد الحلواني قال: حدثنا محمد بن المبارك الصنعاني، قال: حدثنا معاوية بن يحيى أبو مطيعٍ، قال: حدثنا الحكم بن عبد الله، وهو الأيلي، عن القاسم بن محمدٍ، عن أسماء بنت أبي بكرٍ، عن أم رومان والدة عائشة -رضي الله عنها-، قالت: رآني أبو بكر الصديق رضي الله عنه أتميل في صلاتي -فزجرني زجرة كدت أنصرف عن صلاتي، ثم قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: إذا قام أحدكم في الصلاة، فليسكن أطرافه، لا يتميل تميل اليهود؛ فإن سكون الأطراف في الصلاة من تمام الصلاة۔ (نوادر الاصول: ج ۴: ص ۵-۶، ت توفيق محمد تكلة، طبع دار النوادر)

شیخ الالبانیؒ (م ۱۴۲۰ھ) کا اس روایت پر کلام درج ذیل ہے:

(إذا قام أحدكم في الصلاة فليسكن أطرافه، ولا يتميل تميل اليهود، فإن تسكين الأطراف من تمام الصلاة).

موضوع

أخرجه أبو نعيم في "الحلية" (304/9)، وابن عساكر في "تاريخ دمشق" (1/56/16) من طريق معاوية بن يحيى الطرابلسي: حدثنا الحكم بن عبد الله عن القاسم بن محمد عن أسماء بنت أبي بكر عن أم رومان قالت:

رآني أبو بكر أتميل في الصلاة، فزجرني زجرة كدت أنصرف من صلاتي، ثم قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: فذكره.

قلت: وهذا موضوع، آفته الحكم بن عبد الله -وهو الأيلي- وهو كذاب؛ كما قال أبو حاتم وغيره. وقال أحمد: أحاديثه كلها موضوعة".

ومعاوية بن يحيى الطرابلسي؛ صدوق له أوهام، وهو أقوى من معاوية بن يحيى الصدفي، وعكس الدارقطني كما في "التقريب". وتردد المناوي في أيهما هو راوي الحديث، فقال: ومعاوية هو إمام الصدفي أو الطرابلسي وكلاهما ضعيف" وكأنه لم يقف على تصريح أبي نعيم -في إحدى روايتيه- بأنه الطرابلسي، ومما يدل على ذلك أنه أعله برجل آخر دونه وهو الهيثم بن خالد؛ قال في "الميزان": "يروي الأباطيل".

وهو في الرواية الأخرى منهما، وهي الأولى عنده، فالظاهر أن بصر المناوي وقف عندها، ولم يتجاوزها إلى الأخرى، وهي من غير طريق الهيثم هذا. ولذلك فعلة الحديث الحقيقية إنما هي الحكم بن عبد الله الأيلي. فتنبه۔ (سلسلة الاحاديث الضعيفة: ج ۶: ص ۲۱۵-۲۱۴)

نیز شیخ الالبانیؒ (م ۱۴۲۰ھ) نے الجامع الصغیر کی تحقیق میں بھی اس روایت کو موضوع کہا ہے۔ **(ضعيف الجامع الصغير وزيادته: حدیث نمبر ۶۱۴)،**

لیکن قاسم بن محمد بن ابی بکرؒ (م ۱۰۶ھ) سے روایت نقل کرنے میں الحکم بن عبداللہ الایلی منفرد نہیں ہیں، بلکہ علی بن زید بن عبداللہ بن جدعان القرشیؒ (م ۱۳۱ھ) نے بھی ان سے یہ روایت نقل کی ہے۔ چنانچہ مشہور ثقہ، حافظ الحدیث، امام ابوشیخ الاصبہانیؒ (م ۳۶۹ھ) فرماتے ہیں کہ

حدثنا حاجب حدثنا شعيب بن بكار أبو صالح حدثنا ابن المبارك عن معاوية بن يحيى عن علي بن عبد الله عن القاسم عن أسماء بنت أبي بكر عن أم رومان قالت رآني أبو بكر أتميل في الصلاة فزجرني زجرة كدت أن أنصرف من صلاتي ثم قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا قام أحدكم في صلاته فليسكن أطرافه ولا يتميل تميل اليهود فإن سكون الأطراف في الصلاة من تمامها۔ (ذكر الأقران وروايتهم عن بعضهم بعضا لابی شيخ: ص ٥٦، ت مسعد السعدني طبع دار الكتب العلمية)

ذكر الأقران

ورواياتهم عن بعضهم بعضاً

تأليف

الإمام الحافظ أبي محمد عبد الله بن محمد بن جعفر بن حيان

المعروف بأبي الشيخ

المتوفى سنة ٣٦٩ هـ.

ويليه

جزء فيه عوالي أبي الشيخ

حققها وخرج أحاديثها

مسعد عبد الحميد محمد السعدني

دار الكتب العلمية

بيروت - لبنان

البالسي، نا علي بن الحسن بن شقيق، ثنا أبو حمزة السكري، عن عاصم بن كليب، عن عبد الله بن الزبير، عن عمر بن الخطاب، عن أبي بكر الصديق، قال: سمعت رسول الله ـ ﷺ ـ يقول: « ما بعث الله نبياً إلا وقد أمَّهُ أمَّته »[١].

١٦٦ ـ **حدثنا** حاجب، ثنا شعيب بن بكار، ثنا أبو صالح، ثنا ابن المبارك، عن معاوية بن يحيى، عن عليّ بن عبد الله، عن القاسم، عن أسماء بنت أبي بكر، عن أم رومان، قالت: رآني أبو بكر أتميل في الصلاة فزجرني زجرة كدت أن أنصرف من صلاتي، ثم قال: قال رسول الله ـ ﷺ ـ: « إذا قام أحدكم في صلاته فليسكن أطرافه ولا يتميل تميل اليهود، فإن سكون الأطراف في الصلاة من تمامها »[٢].

١٦٧ ـ **حدثنا** محمد بن أحمد بن عصام، ثنا محمد بن مسلمة الواسطي، ثنا محمد بن حرب المكي، ثنا الليث، عن بكير بن الأشج، عن نابل صاحب العباء، عن ابن عمر، عن صهيب، عن أبي هريرة، قال: قال رسول الله ـ ﷺ : « أعوذ بالله من علم لا ينفع، وقلب لا يخشع، وبطن لا يشبع، ودُعاء لا يسمع »[٣].

١٦٨ ـ **حدثنا** أبو يحيى الرازي، ثنا الهيثم بن يمان، ثنا أيوب بن سيار، عن محمد بن المنكدر، عن جابر بن عبد الله، عن أبي بكر الصديق، عن بلال، أن النبي ـ ﷺ ـ قال: « أسفروا بالفجر فإنه أعظم للأجر »[٤].

---

(١) ضعيف: عاصم بن كليب لم يدرك ابن الزبير. وانظر «جمع الجوامع» برقم (١٨٦٤٢/ ٢٧٠ ـ ط. مجمع البحوث الإسلامية).

(٢) ضعيف: عليّ بن عبد الله، هو ابن جدعان، ضعيف الحديث.

(٣) صحيح: أخرجه أحمد (٢/ ٢٤٠، ٣٦٥، ٤٥١)، والنسائي (٨/ ٢٨٤)، وابن ماجه (٣٨٣٧)، والحاكم (١/ ١٠٤)، والخطيب في «الفقيه والمتفقه» (٢/ ٨٨)، والآجري في «أخلاق العلماء» برقم (١٠٦ ـ بتحقيقي) من طريق الليث بن سعد عن سعيد بن أبي سعيد عن أخيه عباد، سمع أبا هريرة، وذكره مرفوعاً، ولكن فيه «ومن نفس لا تشبع» وللحديث طرق أخرى، ذكرتها في «تخريجي لأخلاق العلماء» والمسمى «بإتحاف السادة النجباء بتخريج أخلاق العلماء».

(٤) **حديث صحيح، وإسناده ضعيف جدًّا**: أخرجه الطبراني في «كبيره» برقم (١٠١٦) من طريق أبي يحيى الرازي به. وأخرجه البزار برقم (٣٨٣ ـ كشف الأستار)، من طريق أيوب بن سيار به. وقال الهيثمي في «مجمع الزوائد» (١/ ٣١٥): «فيه أيوب بن سيار، وهو ضعيف» اهـ، قلت: بل هو أشد من هذا. فقد تركه النسائي وغيره، انظر الميزان (١/ ٢٨٨ ـ ٢٨٩) وفيه أورد هذا الحديث. والحديث صحيح من رواية رافع بن خديج، وهو مخرج في «كتاب الصلاة» لأبي نعيم الفضل بن دكين، بتحقيقي، وهو قيد الطبع يسره الله.

<u>سند کی تحقیق:</u>

(۱) امام ابوشیخ الاصبہانیؒ (م ۳۶۹ھ) مشہور ثقہ، حافظ الحدیث ہیں۔ (**لسان المیزان: ج۷: ص۶۹۰**)

(۲) حاجب بن مالک بن ابی بکر الفرغانیؒ (م ۳۰۶ھ) بھی ثقہ، حافظ ہیں۔ (**ارشاد القاصی والدانی: ص۲۴۵**)

(۳) ابوصالح، شعیب بن بکار الموصلی المؤدب الکاتبؒ (م ۲۷۲ھ) بھی صدوق ہیں۔ کیونکہ ان سے ائمہ کی ایک جماعت نے روایات لی ہے۔ (**تاریخ الاسلام: ج۶: ص۵۵۷، الکامل لابن التاریخ: ج۶: ص۴۳۹، التدوین: ج۳: ص۳۶، ۳۱۵، ذکر الاقران: ص۵۶، شرح اصول اعتقاد للالکائی: ج۴: ص۶۸۳، نیز دیکھئے مجلہ الاجماع: ش۱۶: ص۳۲**)

<u>نوٹ نمبر ا:</u>

حافظ الازدیؒ (م ۳۷۴ھ) کا کلام ان کے سلسلے میں غیر صحیح ہے، کیونکہ جس روایت کی وجہ سے انہوں کلام کیا ہے، وہ اس میں منفرد ہی نہیں ہیں۔ (**لسان المیزان: ج۴: ص۲۴۸، الکامل لابن عدی: ج۹: ص۱۵۷**)

<u>نوٹ نمبر ۲:</u>

ذکر الأقران وروایتھم عن بعضھم بعضا لابی شیخ کے مطبوعہ نسخہ میں ''**شعیب بن بکار أبو صالح حدثنا ابن المبارك**'' کے بجائے ''**شعیب بن بکار حدثنا أبو صالح حدثنا ابن المبارك**'' آ گیا ہے، جو کہ کاتب کی غلطی ہے، کیونکہ ''ابوصالح'' کوئی مستقل راوی نہیں، بلکہ وہ شعیب بن بکار الموصلی المؤدب الکاتبؒ (م ۲۷۲ھ) کی کنیت ہے۔ (**التدوین فی اخبار قزوین: ج۳: ص۳۱۵**)

لہذا صحیح ''**شعیب بن بکار أبو صالح حدثنا ابن المبارك**'' ہی ہے۔ واللہ اعلم

(۴) محمد بن المبارک بن یعلی القرشی الصوریؒ (م ۲۱۵ھ) صحیحین کے راوی اور ثقہ ہیں۔ (**تقریب: رقم ۶۲۶۲**)

(۵) یحیی بن معاویہ، ابومطیع الاطرابلسیؒ سنن ابن ماجہ وسنن نسائی کے راوی اور صدوق، حسن الحدیث ہیں۔ (**تحریر تقریب التہذیب: رقم ۷۶۴۳**)

(۶) علی بن عبداللہ بن جدعانؒ (م ۱۳۱ھ) متابع وشاہد کی صورت میں حسن الحدیث ہیں۔ (**مجلہ الاجماع: ش۱: ص۲**)، یہاں ان کے متابع میں ثقہ، فاضل، عابد سعد بن ابراہیم القرشیؒ (م ۱۲۵ھ) ہیں، جن کی تفصیل آگے آ رہی ہے۔

لہذا علی بن عبداللہ بن جدعانؒ (م ۱۳۱ھ) اس روایت میں صدوق ہیں۔ واللہ اعلم

(۷) قاسم بن محمد بن ابی بکر الصدیقؒ (م ۱۰۶ھ) صحیحین کے راوی اور ثقہ ہیں۔ (**تقریب: رقم ۵۴۸۹**)

(۸) اسماء بنت ابی بکرؓ (م ۷۴ھ) مشہور صحابیہ رسول ﷺ ہیں۔ (**تقریب: رقم ۸۵۲۵**)

(۹) ام رومانؓ بھی صحابیہ رسول ﷺ ہیں۔ (**تقریب: رقم ۸۷۳۰**)

(۱۰) ابوبکر الصدیقؓ (م ۱۳ھ) حضور ﷺ کے خلیفہ اور امیر المومنین ہیں۔

معلوم ہوا کہ یہ روایت حسن ہے۔

ایک متابع:

حافظ ابوالحسن الدارقطنیؒ (م ۳۸۵ھ) نے اس روایت کی ایک اور سند ذکر فرمائی ہے۔ چنانچہ حافظ ابوالفضل، محمد بن طاہر المقدسیؒ (م ۵۰۷ھ) اپنی کتاب ''أطراف الغرائب والأفراد من حديث رسول الله صلى الله عليه وسلم للإمام الدارقطني'' میں اس روایت کو تعلیقاً ذکر فرماتے ہیں کہ

أسماء بنت أبي بكر عن أبيها

حديث: قالت: ((رآني أبو بكر وأنا أتميل في الصلاة فزجرني..)) الحديث.

غريب من حديث سعد بن إبراهيم عن القاسم عنها تفرد به القدامي: عبد الله بن محمد بن ربيعة عن إبراهيم بن سعد عن أبيه عنه۔ (ج ۱: ص ۹۰)

نوٹ:

اس سند میں موجود عبداللہ بن محمد بن ربیعہ، ابومحمد القدامیؒ متابعت میں قابل ذکر ہیں، چنانچہ حافظ ابن حبانؒ (م ۳۵۴ھ) فرماتے ہیں کہ ''لا يَحِلُّ ذِكْرُهُ فِي الْكُتُبِ إلاّ عَلَى سبيل الاعتبار''۔ (تاریخ الاسلام: ج ۵: ص ۱۰۲-۱۰۳) اور وہ خاص طور سے امام مالکؒ سے روایت کرنے میں متکلم فیہ ہیں۔ (تجريد الأسماء والكنى المذكورة في كتاب المتفق والمفترق للخطيب البغدادي لعُبَيْد الله: ج ۲: ص ۱۹، میزان الاعتدال: ج ۲: ص ۴۸۸، لسان المیزان: ج ۴: ص ۵۵۷)، واللہ اعلم

خلاصہ:

خلاصہ یہ کہ اس روایت کو قاسم بن محمد بن ابی بکرؒ (م ۱۰۶ھ) سے روایت نقل کرنے میں الحکم بن عبداللہ الایلی منفرد نہیں ہیں، بلکہ ان سے علی بن زید بن عبداللہ بن جدعان القرشیؒ (م ۱۳۱ھ) اور سعد بن ابراہیم القرشیؒ (م ۱۲۵ھ) نے بھی یہی روایت ذکر کی ہے۔

لہذا اس روایت کو موضوع کہنا غیر صحیح ہے، بلکہ یہ روایت علی بن زید بن عبداللہ بن جدعان القرشیؒ (م ۱۳۱ھ) اور سعد بن ابراہیم القرشیؒ (م ۱۲۵ھ) کی طریق کی وجہ سے حسن ہے، جیسا کہ تفصیل گزر چکی، اور شاید اسی کی طرف حضرت شیخ الحدیثؒ (م ۱۴۰۲ھ) نے اپنے قول ''**نماز کے درمیان میں سکون سے رہنے کی تاکید بہت سی حدیثوں میں آئی ہے**'' سے اشارہ فرمایا تھا۔ واللہ اعلم

نیز اللہ تعالی کا فرمان: ''الَّذِينَ هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ خَاشِعُونَ''۔ (سورة المؤمنون: ۲)، سے بھی اس حدیث کی تائید ہوتی ہے۔

یاداشت